www.wilayattimes.com
اشاعت کا دوسرا سال

نذرانه شهدائے کربلا

ہفت روزہ
ولایت ٹائمز
WILAYAT TIMES
سرینگر

الله کی ولایت مومنین اور متقین پر هے وه انهیں تاریکی سے روشنی کی طرف نکال لاتا هے

جلد:3 ☆ شمارہ نمبر:25 ☆ تاریخ:2 اکتوبر تا 8 اکتوبر 2017ء بمطابق 9 مُحرّم تا 15 مُحرّم 1439ھ ☆ صفحات:16

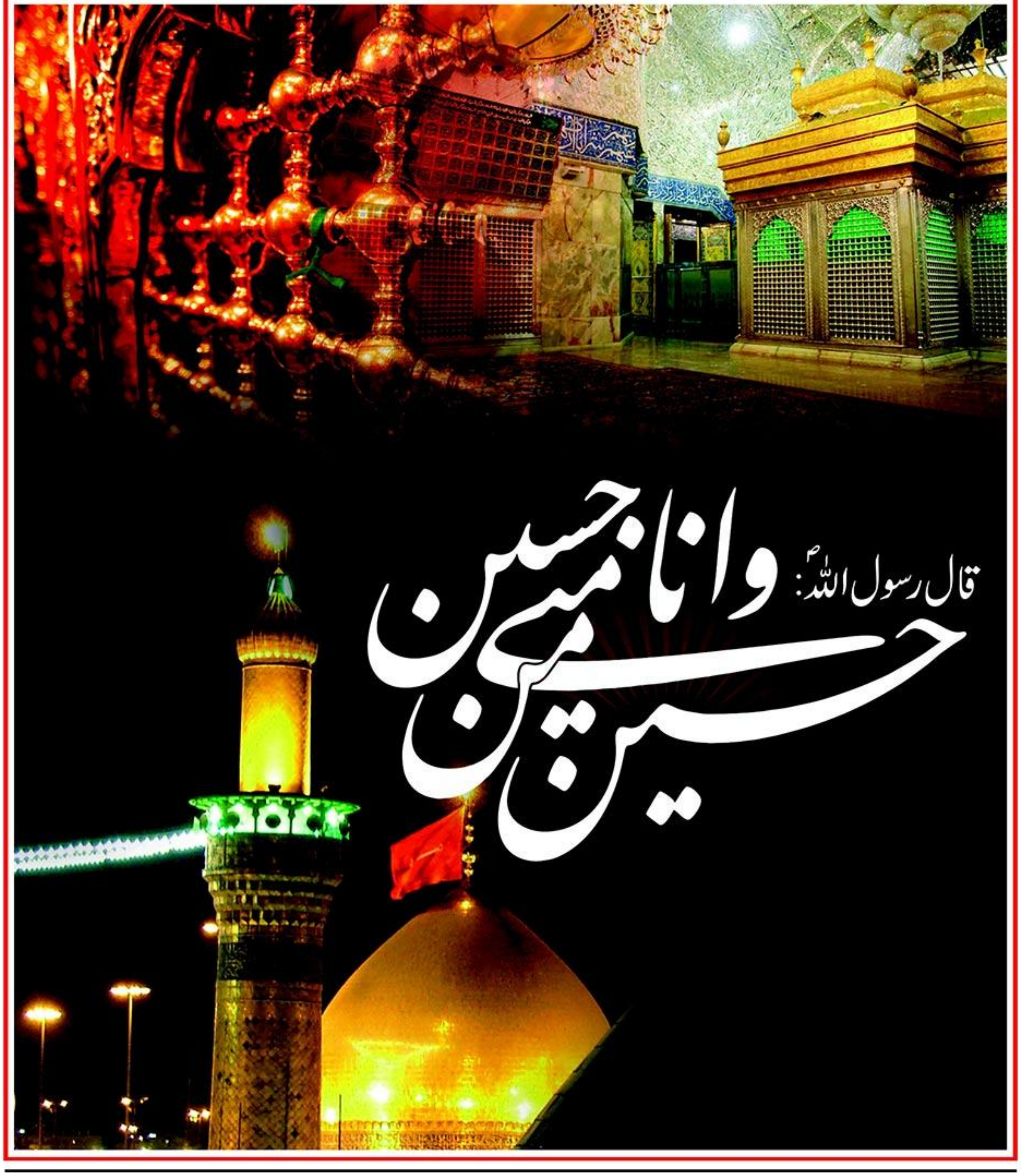

عـــاشـــورا و شـــوق شهـــادت

> کربلا نے جو شوق شہادت کے نمونے پیش کئے ہیں وہ انسانی فکر سے بہت بلند و بالا ہیں، کربلا سے قطع نظر غلامان آل محمد کہ جنکے دلوں میں شہادت کا شوق وولولہ امنگ لے رہا تھا اور انھوں نے اپنی شہادت سے ایوان کفر میں فتح مکہ سے پہلے سردار تکبیری صداؤں سے اسلام کے فتح وظفر کا ڈنکا پیٹا ہے جن کے تذکرے مومنوں کے دلوں کو شوق شہادت سے لبریز اور انہیں جزبہ شہادت کا درس دیتے ہیں۔

امتیاز علی (ماگام کشمیر)

سن ساٹھ ہجری میں جب دورہ جاہلیت دوبارہ اپنی منزل پر مستحکم ہو چکا تھا، فسق و فجور، کفر وضلالت، بے حیائی و بے رحمی کا دور دوبارہ چھا چکا تھا، جب کفر مسلمانی روپ میں آکر مرکز اسلام پر حکومت کررہا تھا اور اس کے اندر میں محافظان دین اسلام اور عترت خیرالانام کو منبروں سے گالیاں دی جارہی تھیں، حامیان دین اور محبان اہل بیت کو تہہ تیغ کر کے انکے گھروں کو لوٹا جارہا تھا، ظلم و بربریت اسلامی ممالک کا شیوہ بن چکا تھا، دشنام و بدگوئی کی تاب نہ لاکر جب ممبروں کی صدائے ھل من ناصر ینصر نا بلند ہو چکی تھی، جب قرآن اپنے قوانین وضوابط کو پامال ہوتے دیکھ کر ھل من مغیث یغیثنا کی فریادیں کررہا تھا، جب احکام شرعیہ اپنا برعکس استعمال ہونے پر ھل من ذاب یذب عنا کا نعرہ لگارہے تھے، جب ویران گھروں سے یتیم بچوں اور بیواؤں کی دلخراش چیخیں سر بفلک گونج رہی تھیں، جب عدوان و طغیان کی بھیانک گھٹاؤں سے گلی اور کوچے بھی واویلا کی بانگ لگارہے تھے لیکن کسی کو ان کے خلاف بولنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی اور نہ ہی کسی کے اندر اتنی ہمت تھی کہ وہ وقت کے فساق وفجار کے سامنے اعتراض آمیز چند جملے کہہ سکے، کوئی نہیں تھا جو ان مظلوموں کی فریاد وفغاں کو اپنی آواز انصاف سے خاموش کرتا، کوئی نہیں تھا جو اسلام کے اصول وفروع اور اساس و بنیاد کو خزاں میں بھی استوار رکھنے کیلئے اپنے خون سے کشت اسلام کی سینچائی کرتا، جب کشتی دین کفر وضلالت کے بھنور میں منڈلا رہی تھی کوئی ناخدا نہ تھا جو ساحل پر لگاتا، جب نور اسلام فساد وفحشاء کے تھپیڑوں سے بجھ رہا تھا کوئی فانوس نہیں تھا جو بجھنے سے بچاتا، ایسے بھیانک ماحول میں سبط رسول خدا، سیّد شباب اھل الجنۃ، حضرت امام حسینؑ علیہ السلام اصلاح امت کے لئے مدینہ سے خارج ہوتے ہیں۔ نکلنے سے پہلے اپنے بھائی محمد حنفیہؒ کو کہ جو عرض کررہے تھے۔ پہلے حالات کا جائزہ لیجئے پھر اقدام کیجئے، وصیت نامہ میں فرماتے ہیں: **انی لم أخرج اشرا ولا بطرا ولا مفسدا ولا ظالما وانما خرجت لطلب الاصلاح فی أمة جدی و ارید أن آمر با المعروف و أنهی عن المنکر و أسیر بسیرة جدی و سیرة أبی علی ابن ابیطالب۔** (۱) میں خود پسندی وگردنکشی اور فساد و بیدادگری کے لئے نہیں نکلا ہوں بلکہ میں اپنے نانا کی امت کی اصلاح کے لے قیام کیا ہوں میں چاہتا ہوں کہ لوگوں کو نیکی کا حکم دوں اور برائیوں سے روکوں اور میں چاہتا ہوں رسول خداؐ و علی مرتضیٰ کی سیرت پر چل کر لوگوں کو عملی درس دوں۔

پھر نانا اور بابا کی سیرت کا ایسا عملی درس معرکہ کربلا میں پیش کیا کہ ازل سے حال تک تاریخ اس کا بدل پیش کرنے سے قاصر رہی اور حال سے ابد تک بھی قاصر ہی رہے گی۔ عجیب منظر تھا ایک طرف ظلم وستم کی انتہا ہو رہی تھی تو دوسری طرف صبر وشکیبائی کی تلقین، ایک طرف تیر وسناں کی بارش ہو رہی تھی تو دوسری طرف اعضاء وجوارح سے ان کا استقبال، عجیب خوفناک سما تھا، دشت کربلا کانپ رہی تھی، ارض وسما بھی لرز رہے تھے اور جمادات ونباتات وحیوانات بھی تھرتھراتے ہوئے آنکھیں پھاڑ کر دیکھ رہے تھے۔

ارواح انبیاء میں کہرام مچ گیا، حسینؑ تیری ہمت کو ہمارا سلام ہو، ملائکہ کے درمیان ھل چل مچ گئی، حسینؑ تیرے صبر وحلم کو ہمارا سلام ہو، جن وبشر کے درمیان ہمہمہ چھا گیا حسین تیری رفعت کو ہمارا سلام ہو، مشیت بھی جھوم گئی حسین تیرے شوق شہادت کو ہمارا سلام ہو، وجد کا عالم شروع ہوا، مینائے محبت چھلک اٹھی، معبود سب کچھ تیرے لئے ہے اپنا جینا مرنا تیری رضا کے لئے ہے، مصائب وآلام کی مجھے پرواہ نہیں، قتل وغارت کا مجھے خوف نہیں، مجھے فقط تیری رضا چاہیئے تو اگر راضی ہو تو پھر دنیا ناراض ہو کر کیا کر یگی لیکن اگر تو ہی ناراض ہو جائے تو پھر دنیا راضی ہو کر کیا کریگی۔ آغوش محبت کھل گئی، فرط مسرت چھاگئی، دیدار کے لمحے قریب ہوئے، آواز قدرت آگئی۔ آتو میرے خاص بندوں میں شامل ہوجا، آتو میری جنت میں داخل ہوجا **فادخلی فی عبادی و ادخلی جنتی** لوگ سمجھ رہے تھے کہ اگر حسینؑ کو گھیر گھار کر نینوا کے دشت میں شبانہ روز کئی دن بھوکا پیاسہ رکھ دیں گے تو وہ اپنے ارادے سے پلٹ جائیں گے، دنیا یہ فراموش کرگئی تھی کہ وہ شیر خدا کے شیر ہیں، مشکلات سے ڈٹ کر سامنا کرنا ان کا شیوہ ہے ہشاش وبشاش ہو کر ہنستے، مسکراتے چلے گئے لیکن رہتی دنیا کو اپنے سوگ میں تا قیام قیامت رلا گئے۔۔۔

کربلا میں جہاں علم ومعرفت، مناجات وعبادت، عشق ومحبت، الفت ورافت، احسان ومروت، صبر وشہامت، حلم وشجاعت، رفق وصداقت، ایثار وسبقت وغیرہ کے لاساحل سمندر موج زن ہیں وہیں پر شوق شہادت کا دریا بھی ٹھاٹھیں مارتا ہوا نظر آتا ہے، ترقی کی دنیا میں، مقام ومنصب کی لالچ میں تو اہل زمانہ نے لاتعداد افراد کو ایک دوسرے پر سبقت کرتے ہوئے دیکھا ہوگا لیکن موت کے اندھے کنویں میں چھلانگ لگانا یا تیروسناں کو لقمہ بنانا یا تلواروں کے رن بن میں کود پڑنا یہ ایسے موارد ہیں کہ جہاں تاریخ بھی خاموش نظر آتی ہے مگر سلام ہو ہمارا زہرا کے لالوں پر کہ جہاں دلاوران عصر گھٹنے ٹیک دیتے ہیں اور بڑے بڑے پہلوان جان بچا کر بھاگ نکلتے ہیں وہاں پر وہ اپنی ثابت قدمی کے ذریعہ نامی گرامی شہسواروں اور جنگجوؤں کے درمیان اپنا لوہا منواتے ہیں تاریخ کربلا بھی اسی کا شاہکار ہے وہاں بھی ہر ایک فرد ایک دوسرے پر سبقت کر رہا ہے مگر زندگی کے لئے نہیں بلکہ موت کے منہ میں کودنے کے لئے، حیات کے لئے نہیں بلکہ خنجروں اور بھالوں سے کھیلنے کے لئے، مقام ومنصب کے لئے نہیں بلکہ خود کو صفحہ ھستی سے مٹانے کیلئے تا کہ دنیا کو ذھن دے سکیں کہ جینا تو حق پر جینا اور مرنا تو حق پر مرنا۔

الموت اولی من رکوب العار   والعار اولی من دخول النار

دل تو کہتا ہے کہ گلستان شہادت کے ہر جوش وخروش پھول کی، ہر ولولہ گل کی، اور ہر امنگ وگلن کونپل کی اپنے خامہ سے نقاشی کرتے ہوئے اس طرح زیب قرطاس کروں کہ پورا صفحہ گل گلاب کی طرح کھل اٹھے مگر مقالہ کی محدودیت نے اتنا طوق و سلاسل میں جکڑا ہے کہ فقط اس چمنزار کا دور ہی سے نظارہ کیا جا سکتا ہے۔۔۔

کربلا نے جو شوق شہادت کے نمونے پیش کئے ہیں وہ انسانی فکر سے بہت بلند و بالا ہیں، کربلا سے قطع نظر غلامان آل محمد کہ جنکے دلوں میں شہادت کا شوق وولولہ امنگ لے رہا تھا اور انھوں نے اپنی شہادت سے ایوان کفر میں فتح مکہ سے پہلے سردار تکبیری صداؤں سے اسلام کے فتح وظفر کا ڈنکا پیٹا ہے جن کے تذکرے مومنوں کے دلوں کو شوق شہادت سے لبریز اور انہیں جزبہ شہادت کا درس دیتے ہیں۔

جب اعتقاد پختہ ہوجاتا ہے اور خالق حقیقی سے اچھا رابطہ رہتا ہے تو کتنا بے باک ہو کے انسان موت کے منہ میں کود پڑتا ہے کہ خود کبھی کبھی عقل بھی حیرت زدہ ہو کے رہ جاتی ہے۔ یوں تو خلیل خدا کو مدنظر رکھتے ہوئے شاعر نے کہا ہے:

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق   عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

لیکن اس شعر کے وسعتوں میں قیامت تک ہر فرد بشر سماتا چلا جائیگا کہ جس نے محبوب حقیقی اور معبود لازوال کی راہوں میں اپنی جان کی بازی لگائی ہے عشق الٰہی میں غرق اپنی امداد کیلئے خلیل خدا ہی کی طرح اپنے معبود کو پکار رہا ہے لیکن زندگی پانے کے لئے نہیں بلکہ زندگی کو اسکی راہ میں گنوا کے اس کی مشیت کو حاصل کرنے کے لئے اور فراق کو چھوڑ کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے وصال کی سرگرمیوں میں مصروف ہونے کے لئے۔۔۔

حق پر ثابت قدم باقی رکھنے کے لئے ایسے دریائے عشق میں غوطہ ور ہونے والے افراد کی پاک وپاکیزہ روحیں پردہ ایمان سے جھانک کر آواز دیتی ہیں:

دیار عشق میں اپنا مقام پیدا کر   نیا زمانہ نئے صبح وشام پیدا کر

خون اپنا رنگ دکھاتا ہے اور اسکی تاثیر بھی کبھی نہیں مٹتی، جناب یحییٰ کو وقت کا ظالم و جابر بادشاہ زانیہ کے مکر وفریب میں آکر قتل کر دیتا ہے مگر ان کے بدن سے نکلا ہوا ہر قطرہ یونہی جوش کھاتا رہتا ہے، بہت کوشش کی کہ اسے ختم کردیں کبھی خاک ڈال کر تو کبھی دیوار اٹھا کر مگر وہ جوش کھاتا ہی رہا یہاں تک کہ پچاس سال گزر گئے اس طویل عرصہ کے بعد بخت نصر نے چڑھائی کی جب فتحیاب ہوگیا تو اس نے اس لہو کو دیکھ کر پوچھا یہ کیسا خون ہے کہ جو ابھی تک جوش کھا رہا ہے؟ داستان سنائی گئی تو اس نے کہا اس کا مطلب ہے کہ وہ اپنا بدلا چاہتا ہے پس اس نے پچاس ہزار افراد کو اسی خون کے اوپر تہ تیغ کر دیا تب جا کر اس خون کا جوش کھانا بند ہوا یعنی جب تک خون نے اپنا بدلا نہیں لے لیا جوش کھانے سے باز نہیں آیا یہیں سے ذہن ملتا ہے کہ خون شھداء کبھی رائیگاں نہیں ہوتا۔ جناب یحییٰ کی امام حسینؑ سے بہت ساری شباہتیں ملتی ہیں اور مولا نے بھی کربلا کے سفر میں انہیں کئی بار یاد فرمایا ہے شاید انکا بار بار جناب یحییٰ کو یاد فرمانا اس لئے ہو کہ جب تک قائم آل محمد ان کے خون کا بدلا نہیں لے لیں کہ اس خون کی حرارت بھی ایسے ہی باقی رہیگی۔ نوحوں کی آوازیں، ماتم کی صدائیں سر بہ فلک گونجتی رہینگی، تعزیہ داری وعزاداری ایسے ہی برپا ہوتی رہیگی اور انکی جھنکاروں میں شوق شہادت بھی پروان چڑھتا رہے گا، منبروں سے پیغام حسینؑ پہونچتا رہے گا اور دنیا تک حریت اور صراط حق کی راہ دکھاتا رہے گا۔

پروردگارا تجھے خون حسینؑ کا واسطہ ہمیں بھی جذبہ ایثار وفداکاری اور شوق شہادت سے نواز جب تک جئیں تیرے نام پر جئیں اور جب نزع کے عالم میں ہچکیوں کے ہمراہ دم نکلے تو اس آخری ہچکی میں بھی لبوں پر تیرا ہی نام ہو۔

الٰہی معبود ان لوگوں میں شمار کر جو سو سال کا راستہ ایک رات میں، ایک ساعت میں طے کر کے تیرے پاس رزق حاصل کرنے **عند ربهم یرزقون** کے مقام تک پہنچ جاتے ہیں۔

نهضت حسینیؑ دنیائے اسلام کیلئے نجات دهنده

تحریر: محمد افضل بٹ

امام عالی مقام نے انتہائی قلیل وسائل کے ہوتے ہوئے طاغوت وقت کو للکارا، یہاں تک احیائے اسلام و حق و صداقت کیلئے اپنی اور اپنے وفاشعار ساتھیوں کی قربانی پیش کی، لیکن صد حیف، عصر حاضر کے نام نہاد اسلامی قائدین و حکمران اپنے ذاتی مفادات و مقاصد کیلئے قوم وملت کو قربان کرکے طاغوت کو مضبوط کرتے ہیں، یہاں تک کہ طاغوت کی اسلام کُش سازشون کے آلہء کار بننے پر فخر وانبساط کرتے ہیں، اپنے اثاثوں اور وسائل کو مسلمانوں کی فلاح وبہبود کے بجائے اپنی عیاشی اور طاغوت کے مالی استحکام فراہم کرنے پر صرف کرتے ہیں۔

سرکار شہادت حضرت امام حسینؑ نے کربلا کے لق ودق ریگزار میں اپنی اور اپنے اعوان وانصار کی بے مثال قربانی پیش کرکے حق و باطل کے درمیان خط فاصل کھینچ کر عالم انسانیت پر بھاری احسان کیا۔ امام عالی مقام نے وقت کے طاغوت کے خلاف برسر پیکار ہوکر نہ صرف بحشیت امام وقت اپنی منصبی ذمہ داری بحسن وخوبی انجام دی بلکہ تا قیام قیامت جملہ ذمہ داران اقوام وملل کو ضروری جنگی ساز وسامان اور لاؤلشکر کے بغیر ہی حقوق بشر کیلئے رخت رزم باندھنے کا حوصلہ بخشا۔

امام عالی مقام اپنی ساری مہم جوئی کے دوران بار بار اپنے خطابات میں فرماتے ہیں کہ ذلت کی زندگی تاریکی ہے، جبکہ عزت کی موت سعادت اور خوش بختی ہے۔ غلامی اور ذلت کی زندگی سے موت بہتر ہے۔ امام عالیمقام ہر مرحلے پر سمجھا رہے ہیں کہ حق وصداقت، انسانی واخلاقی اقدار اور عدل وانصاف کی سربلندی کیلئے عظیم ترین قربانی سے دریغ نہیں کیا جاسکتا۔ اور ظلم وجبر واستبداد، حقوق بشر کی پامالیوں اور سماجی برائیوں کی بیخ کنی پر تلے وقت کے طاقت وحکمران کے خلاف قلیل لاؤلشکر کیا تنہا بھی اسٹینڈ لینے سے گریز نہیں کیا جاسکتا۔

یزید پلید اسلامی عبادات نماز، روزہ، حج وغیر جیسے اعمال بجالانے سے منع نہیں کرتا تھا، بلکہ یزیدی لشکر کے بعض کمانڈر خوش الحان قاری قرآن اور فصیح وبلیغ خطیب بھی تھے، نمازیں، روزے وغیرہ کثرت سے انجام دیتے تھے، تلاوت قرآن کرنے کا خاطر خواہ انتظام وانصرام کیا جاتا تھا۔ بلکہ کہا جاتا ہے۔ کہ عمر سعد نے لشکر سے تاکید کی کہ امام کو جلد قتل کیا جائے تاکہ نماز ادا کرنے میں تاخیر نہ ہوجائے۔ لیکن یزید پلید نہ صرف یہ کہ خود نماز پڑھتا تھا بلکہ امام جماعت بھی تھا۔ اور دوسری طرف شرابی بھی تھا تمام تر غیر اسلامی واخلاقی وانسانی حرکات کا ارتکاب بھی کرتا تھا۔ اس کے باوجود اپنے آپ کو اسلامی خلیفہ سمجھتا تھا۔ بلکہ اپنے تمام تر غیر اسلامی حرکات کو ہی اسلام کے طور پر پیش کرتا تھا۔ اور اسی اثناء میں آیہ تطہیر کے عملی تفسیر اور مجسم صدق وصفا حضرت امام حسینؑ سے بیعت کا مطالبہ کرتا ہے، جس کے جواب میں امام عالی مقام ایک مختصر مگر جامع جملہ فرماتے ہیں کہ مجھ جیسا تم جیسے کی بیعت نہیں کرسکتا یعنی دنیا میں جب جب یزیدی کردار کے مالک حکمران برسر اقتدار آئیں گے تب تب حسینی کردار، حسینی فکر وعمل والے لوگ ان کی بیعت کرنے یا ان کی غلامی کرنے سے بہ بانگ دہل انکار کریں گے۔

امام عالی مقام کے اس معنی خیز جملے کی عملی تفسیر بیسوں صدی میں امام راحل حضرت امام خمینیؒ نے ایران میں رضا شاہ پہلوی کے خلاف قیام کرکے کی۔ رضا شاہ بظاہر مسلمان تھا، نماز روزوں، یہاں تک کہ قرآن چھپوانے، اور عزاداری کے مجالس کا اہتمام کرنے میں پیش پیش رہتا تھا۔ بلکہ حضرت امام علی رضاؑ کے روضہ مقدس کی صفائی کے لیے خود ایک وقت وقف رکھتا تھا۔ دینی درسگاہوں اور یونیورسیٹوں کا بھی خاطر خواہ انتظام وانصرام کرتا تھا۔ لیکن وقت کے طاغوتی طاقتوں کی غلامی کرکے اسلامی اقدار کی بیخ کنی حقوق بشر کی پامالی اور عوام کے خون کا سودا کرتا تھا۔ لہذا امام خمینیؒ نے حسینی تحریک کو مشعل راہ بنا کر اس طاقت ور حکمران جسکی پشت پناہی امریکہ اور برطانیہ جیسی طاقتور حکومتیں کررہی تھی کے خلاف قیام کیا، اور ایک ایسا اسلامی انقلاب برپا کیا جو آج دنیا میں بالعموم اور اسلامی دنیا میں بالخصوص اپنی مثال آپ ہے۔ اور اس عظیم الشان انقلاب کی کامیابی وکامرانی پر امام راحل فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس جو کچھ بھی ہے بس کربلا کے طفیل ہے۔

کربلا کے خونچکاں واقعے سے ہمیں جو اہم ترین سبق ملتا ہے وہ یہی ہے کہ ہم ہمیشہ حق کی حمایت کریں اور باطل کی مخالفت میں آواز بلند کریں، استحصال، استبداد ناانصافی نابرابری، ظلمت اور جہالت کے خلاف سینہ سپر ہوکر کمزروں، بے بسوں وبے کسوں اور مستضعفوں کو سر اُٹھا کر جینے کا حوصلہ دیں۔ اور اس سلسلے میں وسائل وذرائع کی بھی کوئی فکر نہ کریں۔ عصر حاضر میں دنیا میں رونما پذیر حالات وواقعات بالخصوص دنیائے اسلام کے خون آشام منظرنامے کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے ایک ایسے لیڈر کی ضرورت ہے جو حسینی کردار کا حامل ہو، اور ایک ایسی تحریک کی ضرورت ہے جو حسینی تحریک کے اصول وخطوط پر منضبط ہو۔ تب عراق، شام، یمن، برما میں جاری کشت وخون کے سلسلے کو بند کیا جاسکتا ہے۔ اگر دنیائے اسلام کے لیڈران حضرت امام عالی مقام کی تحریک کو بنیاد بنا کر کمربستہ ہوں گے تو دنیاے اسلام کے جملہ مسائل ومعاملات مشعل راہ ہوں گے، اسلامی دنیا ایک ایسا طاقت بن کر اُبھرے گی کہ مغربی طاقتیں لرزہ براندام ہوں گی۔ ان کے نخوت وتکبر کے فلک بوس قلعے زمین بوس ہوں گے اسلامی پرچم دنیا میں ہر سو لہرائے گا، اسلام کا بول بالا ہوگا، اور بیشتر مسلمان ممالک جو مغرب کے غلام ہیں آزاد ہوں گے۔

بہر کیف امام عالی مقام نے انتہائی قلیل وسائل کے ہوتے ہوئے طاغوت وقت کو للکارا، یہاں تک احیائے اسلام وحق وصداقت کیلئے اپنی اور اپنے وفاشعار ساتھیوں کی قربانی پیش کی، لیکن صد حیف، عصر حاضر کے نام نہاد اسلامی قائدین وحکمران اپنے ذاتی مفادات ومقاصد کیلئے قوم وملت کو قربان کرکے طاغوت کو مضبوط کرتے ہیں، یہاں تک کہ طاغوت کی اسلام کُش سازشون کے آلہء کار بننے پر فخر وانبساط کرتے ہیں، اپنے اثاثوں اور وسائل کو مسلمانوں کی فلاح وبہبود کے بجائے اپنی عیاشی اور طاغوت کے مالی استحکام فراہم کرنے پر صرف کرتے ہیں۔

تحریک حسینی ہی فقط دنیائے اسلام کی نجات دہندہ ہے جب تلک اس عظیم تحریک کو مشعل راہ نہ بنایا جائے تب تلک اسلامی دنیا انتشار کی شکار ہوگی اور استعماری طاقتوں آلہء کار بنتی رہیگی۔

شہادت حسین بن علیؑ سے درس حاصل کرنے کی ضرورت

تحریر: حکیم عبد الرشید

وہ جسکی یاد آج نوع انسانیت کیلئے چشم پرنم ہونے کی وجہ ہے کہ ۷۲ اہلبیت کے ہمراہ میدان کربلاء میں کس طرح مظلومیت کی داستان الم رقم ہوئی اور کس طرح معصوم شیر خواروں سے لیکر عفت ماب خواتین بھی صبر ورضا کی پیکر بنکر تاریخ عالم میں اعلیٰ مثال قایم کرگیں۔

کیا یہ اقتدار کی جنگ تھی؟ کیا یہ انا کی جنگ تھی؟ کیا یہ دو برابر قوتوں کی جنگ تھی؟ تو تاریخ اسکا جواب دیتی ہے کہ نہ یہ اقتدار کی جنگ تھی نہ انا کی اور نہ اس جنگ میں دو برابر کی قوتیں متصادم تھیں۔ پھر کیا تھا یہ اصول اور بے اصولی کا معرکہ تھا۔

ہوا یہ تھا کہ کائنات کے مالک نے نوع انسانیت کی فلاح وبقاء کیلئے جس تہذیب و تمدن اور نظام معاشرت کو اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآل وسلم) کی نگرانی میں ترتیب دیا تھا اسکی بنیادیں ہل رہی تھیں۔ اس صالح اور پاکیزہ طرز معاشرت کو تبدیل کیا جارہا تھا جس دین کو اللہ نے دین کامل کہہ کر باقی تمام ادیان کو باطل قرار دیا تھا اسی دین کی حیت بدلی جارہی تھی خلافت کو ملوکیت میں بدلا جارہا تھا۔ خلیفہ کے بجائے بادشاہ باپ کے بعد بیٹا صالح کے بجائے بداخلاق عاشقان رسول اور داعیان حق پر مسلط ہو رہا تھا اور وہ بھی اس زمانہ میں جب ابھی خانوادہ رسول ﷺ کے چشم وچراغ موجود تھے۔ اگر اس تبدیلی کو خانوادہ رسول ﷺ کی رضا مندی ملتی تو دنیا طعنے دیتی اور نہ جانے کیا کیا کہتی کہ رسول آخر زماں ﷺ کے اپنوں نے نعوذ باللہ نظام رحمت کو مسترد کر کے بے اصول بادشاہت کو تسلیم کیا۔ اسلئے عاشقان رسول ﷺ کا اس بدلتے نظام کی مخالفت کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا تقاضا حق تھا یہی وجہ ہے کی رسول اللہ ﷺ کے وارثوں اور حق کے طرفداروں نے اس نئے نظام کی مخالفت کی۔ نواسہ رسول ﷺ فرزند بتول اور شیر خدا کیسے اس تبدیلی کو قبول کرتا لیکن بادشاہ وقت نے اپنا دبدبہ قایم کیا تھا لوگ نئے طرز حکومت پہ راضی ہورہے تھے۔ کہ کوفہ سے آوازیں آنے لگیں کہ اے چشم وچراغ پیغمبر آخروزماں ﷺ یہ تبدیلی ہمیں قبول نہیں، آیئے ہمیں اس نظام شاہی سے نجات دلایئے آپ ہی ہیں جو ہمیں نجات دلا سکتے ہیں ہم اپنے پیارے پیغمبر ﷺ سے دھوکہ نہیں کرسکتے ہمیں آپ پر یقین ہے آپ ہی ہمیں بادشاہ وقت سے بچا سکتے ہیں کیونکہ آپ نواسہ رسول رحمت ﷺ ہیں آپ نظام عدل کے امین ہیں آیئے ہم آپکے منتظر ہیں تو امام حق نے کوفہ جا کر حق کی حمایت کا ارادہ کیا کئی لوگوں کے روکنے پر بھی اسلئے نہ رکا کہ کوفہ میں رسول ﷺ کے شیدائی اور حق کے طرفدار منتظر ہیں۔

ادھر نواسہ رسول برحق ﷺ نے کوفہ کا رخ کیا ادھر طاقت نے اپنا کام کرنا شروع کیا دس ہزار لوگ جنہوں نے مسلم ابن عقیل کے ہاتھ پر حسین کے نام پر بیعت کی تھی وہ مکر گئے مسلم ابن عقیل کو شہید کردیا گیا۔ یہاں حسینؑ اپنے خانوادہ کے ہمراہ قافلہ معصومین لیکر کربلا پہنچا، یزید کا والی ابن زیاد بھی چار ہزار کا لشکر لیکر پہنچ گیا اور امام حسینؑ کو گھیرے میں لیکر یزید کے حق میں بیعت طلب کرنے لگا لیکن بقول شاعر سر داد نہ داد دست در دست یزید حقا کہ بناء لاالہ است حسین۔

پھر ہونا کیا تھا ہوا وہی جسکا تذکرہ کرنے سے یہ قلم قاصر ہے لیکن تاریخ نے ہمیشہ کیلئے لشکر یزید کو پامال اور پیاسے قافلہ شہداء کو کامیاب اور ستگار قرار دیا۔ ایسا اسلئے کہ امام حق نے انسانیت کے دعویٰ داروں اور حق کے نام لیواؤں کے سامنے ایک معیار قائم کیا کہ اظہار حق کیلئے قلت وکثرت کسوٹی نہیں بلکہ صداقت اور غلط ہے جن لوگوں نے صداقت کا ساتھ دیکر اپنا سب کچھ لٹ جانے کا غم نہ کیا کامیابی انہی کا مقدر ہے اور جو غلط کے طرفدار رہے اگر وقت نے انہیں فاتح قرار دے بھی دیا لیکن فتح ہمیشہ حق و صداقت کی ہے دیکھو آج کوئی خود کو یزیدی نہیں کہتا جبکہ بقول اقبال:

انسان کو ذرا بیدار تو ہو لینے دو ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسین

اے عاشقان حسین! امام حسین کے ساتھ دعویٰ عشق آسان ہے لیکن انکو اپنے لئے معیار مقرر کرنا تقاضاے عشق ہے انکو یاد کرنے کا اصل طریقہ یہ ہے کہ میں اپنے آپ کا محاسبہ کروں میرے سامنے نبی رحمت ﷺ کے دین کے ساتھ کیا کیا ملایا جارہا ہے اور حسین کا نام لیوا ہوکر میری ناک پر جوں تک نہیں رینگتی، کیا کل امام حسین اور شہداء کربلاء کو میں یہ کہوں کہ میرے سامنے نظام باطل چل رہا تھا اور میں نہ صرف یہ کہ اس نظام باطل کو برداشت کر رہا تھا بلکہ اسکا ایک پرزہ اور حصہ بن کر مست زندگی گذارتے ہوے صرف آپکی مظلومانہ شہادت پر ماتم کر رہا تھا۔ آہ امام کیا اس حال میں میری امامت تسلیم کرینگے آج ہی سوچ لینا چاہیئے۔۔۔۔۔۔۔

کرتی رہے گی پیش شہادت حسین کی
آزادی حیات کا یہ سرمدی اصول
چڑھ جاے سر تیر انیزے کی نوک پر
لیکن تو فاسقوں کی اطاعت نہ کر قبول

مقالہ نگار مسلم ڈیمو کریٹک لیگ جموں کشمیر کے صدر ہیں۔

کربلا اور اسلامی انقلاب کی کامیابی

از قلم: ایڈوکیٹ عاشق علی فردوس

محرم ایک عظیم سرمایہ ہے جسے خداوند عالم نے اپنے بندوں کے حوالے کیا ہے تا کہ اس سے استفادہ کر کے انسان ہمیشہ اچھے اور برے کی تمیز کرنے کے ساتھ ساتھ حادثات زمانہ کے دوران وہ فتنوں کے سینوں کو چاک کر کے انھیں ناکام بنا سکے اور یوں وہ ان فتنوں کے ہولناک گرداب میں غرق ہونے سے بچ جائے۔ سرکار سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کے بارے میں رسول اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ معروف حدیث جس میں آپ نے فرمایا کہ فقط امام حسین کی تعریف وتمجید نہیں ہے بلکہ سرکار دو عالم نے یہ حدیث اس لئے ارشاد فرمائی تھی کہ سب کو قیامت تک کے لئے یہ معلوم ہونا چاہئے کہ امام حسین علیہ السلام راہ ہدایت کے مشعل فروزاں ہیں اور سب لوگ ان کی اتباع وپیروی کر کے دین خدا کی نصرت کریں تا کہ گمراہی اور ضلالت کے گڑھوں میں گرنے سے خود کو بچا سکیں۔ پیغمبر اسلامؐ کے پیش نظر جو چیز تھی وہ یہ کہ محرم اور تحریک عاشورہ سے زندگی گذارنے کا درس حاصل کرو اور اس طرح سے امام حسین علیہ السلام کے مقصد کو آگے بڑھا و تا کہ درس کربلا انسانی معاشرے کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں عملی شکل اختیار کر سکے اور پھر اس طرح صحیح معنوں میں ہم امام حسین علیہ السلام کے پیرو اور ان کے عزادار کہلائیں۔

اسلامی جمہوریہ ایران میں یہ کام امام خمینیؒ نے بہترین شکل میں انجام دیا امام خمینیؒ کا یہ معروف جملہ جس میں آپ نے فرمایا تھا محرم شمشیر پر خون کی فتح کا مہینہ ہے، ان انقلابی تحریک میں عملی میں طور پر متجلی ہے اور اسی سبق نے ایران کے اسلامی انقلاب کو کامیابی سے ہمکنار کیا۔ ایران کے اسلامی انقلاب کی کامیابی کو یقینی طور پر واقعہ کے عاشور کے درس سے الہام لینے اور اس واقعہ کے پرتو میں ہی دیکھا جانا چاہئے کیونکہ اسلامی انقلاب نے واقعہ عاشورہ سے بھرپور استفادہ کیا اور اسی کو اپنے لئے نمونہ قرار دیا اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے اور آئندہ بھی ایران کا اسلامی انقلاب واقعہ عاشورہ کے ہی پرتو میں اپنی سرگرمیاں جاری رکھے گا۔ ایران کے عوام نے اسلامی انقلاب کو آسانی سے کامیاب نہیں بنایا ہے یا اس نے اپنے ملک میں جو اسلامی نظام قائم کیا ہے وہ آسانی سے ممکن نہیں ہوا ہے۔ گذشتہ تیس برسوں میں ایران کے عوام نے اسلامی انقلاب اور اسلامی نظام ولایت فقیہ کی حفاظت کے لئے بے پناہ قربانیاں دی ہیں اور آئندہ بھی اس کے ثمرات کے تحفظ کے لئے کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے کیونکہ ہدف ظہور امام مہدی (عج) ہے اور ان کے سامنے واقعہ عاشورہ ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے جو انقلاب میدان کربلا میں بپا کیا تھا اس کی حفاظت میں امام زین العابدین اور جناب زینب کبریٰ سلام اللہ علیہما نے جو قربانیاں دی ہیں وہ کربلا کے میدان میں قربانی دینے والوں کی قربانیوں سے کہیں زیادہ سخت ودشوار تھیں اور آج ایران کے عوام بھی اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ انقلاب بپا کرنے سے زیادہ سخت اس کی حفاظت اور اس کے ثمرات کا تحفظ ہے اسی لئے ایران کے عوام محرم اور صفر کو انقلاب کے ثمرات کے تحفظ کے تعلق سے بہت ہی اہم موقع کے طور پر دیکھتے ہیں اور ان ایام سے پوری طرح استفادہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ امام خمینیؒ کے نقطہ نگاہ سے اسلام ایک انسان ساز مکتب ہے اور اسلامی انقلاب بھی اصل اسلام کے نام پر ہی برپا ہوا ہے اور ایران کا اسلامی نظام ولایت فقیہ بھی ملت ایران کے لئے ایک سعادت بخش نظام ہے اور ملت ایران نے اس کے حق میں ووٹ دے کر اسے قائم کیا اور گذشتہ تیس برسوں سے اس کی حفاظت بھی کر رہی ہے۔ ایران کے عوام آج اپنی عزت وسربلندی کو امام خمینیؒ کی قیادت کا مرہون منت سمجھتے ہیں جنہوں نے اس قوم کو استکبار کے چنگل سے آزاد کرایا اور استبدادی حکومتوں سے نجات دلائی۔ امام خمینیؒ نے اس قوم کو جس کی اپنی قدیم تہذیب اور درخشاں ماضی ہے اور جس پر استبداد کا تسلط تھا آزادی وخود مختاری کی نعمت سے سرفراز کیا چنانچہ ہر وقت پورے ملک میں پیر وجوان خورد وبزرگ بچوں اور بوڑھوں نے جس طرح سے سڑکوں پر نکل کر اپنے رہبر کبیر کے اصولوں اور ان کے بتائے ہوئے راستوں پر چلنے کا عہد کیا وہ اس بات کو دنیا پر واضح کر دیتا ہے کہ ایران کے عاشورائی عوام اپنے قائد ورہبر کے اصولوں کو کربلا کے ہی درس سے عبارت سمجھتے ہیں جنہیں وہ کبھی بھی فراموش نہیں کر سکتے اور نہ ہی ان کے احسانات کو کبھی بھول سکتے ہیں۔ یہاں یہ بات بتاتا چلوں کہ بعض ناعاقبت اندیش اور احسان فراموش عناصر کے ذریعہ پچھلے دنوں امام خمینیؒ کی شان میں کی گئی اہانت کے بعد گذشتہ ایک ڈیڑھ ہفتے سے ایران کے تمام شہروں میں ہر طبقے سے تعلق رکھنے والوں نے اس مذموم اور منافقانہ اقدام کی مذمت کرتے ہوئے امام خمینیؒ سے اپنی عقیدت اور محبت کا اسی طرح سے اظہار کیا جس طرح اسلامی انقلاب کی تحریک کے دوران اور اس سے پہلے وبعد کے برسوں میں کیا کرتے تھے۔ محرم کی پہلی تاریخ کو ایران کے عاشورائی عوام نے کربلا والوں کے درس سے الہام لیتے ہوئے یہ ثابت کر دیا کہ جو قوم اپنے نیک وصالح رہبر کی احسان مند رہتی اور ان کے اصولوں کی پاسداری کرتی ہے اس کا دنیا کی کوئی بھی طاقت کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتی اور یہی پیغام عاشورہ کا ایک بہت بڑا جزء بھی ہے۔ اس کے علاوہ محرم دشمن کو پہچاننے کا بھی ایک بہترین موقع ہے یزید شمر، ابن زیاد وعمر سعد صرف وہی نہیں تھے جو سن اکسٹھ ہجری میں کربلا میں امام حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب پر ظلم کرنے کے لئے موجود تھے بلکہ آج بھی یزید، شمر، حرملہ، ابن زیاد اور عمر سعد پائے جاتے ہیں جو اسلام کو مٹانے اور اس کا مقابلہ کرنے کے لئے طاقت کے ہر حربے کا استعمال کر رہے ہیں آج بھی وقت کے یزید عاشورہ کے پیغام کو مٹانے کے درپے رہتے ہیں آج بھی وقت کے ابن زیاد ہر اس تحریک اور انقلاب کو نابود کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں جو عاشورہ سے درس لے کر آگے بڑھ رہی ہو۔ یہ اور بات ہے کہ اس وقت کا بھی یزید وشمر وحرملہ وابن زیاد پیغام حسینیت کو نہیں روک سکا تھا اور آج کے بھی یزید عاشورہ کے آفاقی پیغام کو نہیں روک پا رہے ہیں اگرچہ پیغام عاشورہ پر عمل کرنے والوں کو اس کے لئے بھاری تاوان ادا کرنا پڑ رہا ہے۔ فوجی سیاسی اور اقتصادی طور پر سامراجی طاقتوں کے دباؤ کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے لیکن **مصباح الهدی وسفینة النجات** کی نصرت ومدد کے زیر سایہ حسینیت کے پیرو بڑی سے بڑی مشکلات کا بہت ہی بے جگری سے سامنا کرتے ہیں اور تمام مسائل ومصائب کا ہنس کر اور ڈٹ کر مقابلہ کرتے ہیں۔

آج کون نہیں جانتا کہ اگر کل یزید اور اس کے کارندے ابن زیاد وحرملہ شمر جیسے فاسق وفاجر وبد شعار عناصر اسلام کے دشمن تھے تو آج امریکہ اور اس کے اتحادی جن میں فرانس برطانیہ اور صہیونی حکومت شامل ہیں دین اسلام کے کھلے دشمن ہیں اور اگر آج ایران کے اسلامی نظام اور انقلاب سے ان کی کھلی دشمنی ہے تو اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ ایران کا اسلامی انقلاب کربلا کے آفاقی انقلاب کا ہی ایک پرتو ہے آج ان دشمنوں اور ان کی سازشوں کو سمجھنا تمام حسینیوں اور مسلمانوں پر فرض ولازم ہے اور اگر اس سلسلے میں کسی بھی طرح کی کوتاہی کی گئی تو رسول اسلام امام حسین اور سب سے بڑھ کر خدا کے حضور کو سب کو جواب دینا ہوگا آج محرم اور عاشورہ جب سب کو ظلم کے سامنے ڈٹ جانے کا درس دے رہا ہے اور دشمنوں کے چہروں پر پڑی ہوئی نقاب کو اتار پھینکنے کے لئے آگے قدم بڑھانے کا حکم دے رہا ہے تو ایسے میں اگر ہم امام عالی مقام کے عاشق ہونے کا دم بھرتے ہیں تو عملی طور پر اپنے آپ کو بہر حال ثابت کرنا ہوگا آج محرم وعاشورہ سے فائدہ اٹھا کر بحرین، شام، میانمار عراق، فلسطین اور افغانستان سمیت دنیا کے دیگر علاقوں میں وقت کے یزیدیوں کے ظلم کے خلاف سب کو آواز بلند کرنا ہوگا اسی صورت میں عزاداری اور محرم کا حق ادا ہو سکے گا۔ کیونکہ عزاداری نام ہے ظلم کے خلاف آواز بلند کرنے اور مظلوم کی مظلومیت کو عام کرنے کا۔

مقالہ نگار جموں و کشمیر کے صوبہ کرگل سے تعلق رکھتے ہیں اور پیشہ سے وکیل و سماجی کارکن ہیں۔

کربلا دانشگاہ ہے؛ سانحہ نہیں

تحریر: مجتبیٰ علی ابن شجاعی

محرم الحرام کا مہینہ غم ناک، دلسوز، صبر واستقامت، شجاعت، جوانمردی اور بہادری کی داستان لے کر فضائے کائنات میں نمودار ہوا۔ یہ مقدس اور محترم مہینہ ایک مرتبہ پھر روئے زمین پر موجود انسانیت کو پیغام حریت، پیغام ہمت اور پیغام بہادری لے کر آیا ہے۔

محترم قارئین روئے زمین پر نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امام عالی مقام علیہ السلام کے رسمی عزادار کثیر تعداد میں موجود ہیں جو آغاز ایام عزاء کے موقعہ پر سیاہ کپڑے پہنتے ہیں، اونچے اونچے ٹاوروں پر پرچم کشائی کر رہے ہیں، روز حسینیہ میں جا کر سینہ زنی کر رہے ہیں، لاوڈ اسپیکروں، ٹیپ ریکارڈروں، ٹیلی ویژنوں اور موبائل فونوں کے ذریعے نوحہ سن رہے ہیں لیکن انقلاب کربلا کے اصل اہدف اور مقاصد تک پہنچنے کی سعی نہیں کر رہے ہیں ہاں سچ بات ہے کہ یہ عزاداری کے جز ہیں اور اس سے کوئی اعتراض نہیں۔

لیکن ایسے عزادار اس دھرتی پر بہت کم نظر آرہے ہیں جنہوں نے دانشگاہ کربلا سے اصل مغز حاصل کر کے وقت کے یزید، فرعون، نمرود اور چنگیز کو للکارا

ہمارے سامنے مثالیں واضح ہیں جو کوئی سنی سنائی داستانیں یا کوئی افسانے نہیں ہے بلکہ صرف دو دہائی پہلے ایران میں چنگیزیت کے تخت وتاج کو ایک فرزند کربلا نے الٹا پلٹ کر دیا ایک طرف پوری سامراجیت، استکباریت اور استعماریت اور طاغوتیت بالواسطہ یا بلا واسطہ ہتھیاروں سے لیس ہو کر میدان کارزار میں اترے تھے تو دوسری طرف فرزند کربلا، دانشگاہ حسینیت کا شاگرد ایک حقیقی عزادار اپنے رب پر مکمل اعتماد واعتقاد کے ساتھ دنیائے سامراجیت طاغوتیت اور استکباریت کے خلاف میدان کارزار میں پرچم حریت لے کر بڑی آب وتاب کے ساتھ نمودار ہوا جس نے دین مبین اسلام کا پرچم بلند کیا۔

اسی طرح لبنان کی سرزمین پر بھی ایک ایسا فرزند عاشورا نمودار ہوا جو حسینیت کے عظیم ترین درسگاہ سے کسب فیض حاصل کر چکا تھا۔ انہوں نے اسرائیل نام کے بڑے سے بڑے دہشتگرد ملک جس کی سرپرستی سامراج کر رہا تھا، کو صرف اور صرف 33 روز میں ایک ایسی شکست کی تھپڑ رسید کی کہ امت اسلامیہ کا سر ایک دم فخر سے بلند ہوا اور تاریخ انسانیت میں ایک بار پھر کربلا کے سربلند پرچم کی یاد تازہ ہوگئی۔

محترم قارئین رسمی عزادار بھی پرچم بلند کر رہے ہیں اور امام خمینی، قائد اعظم امام خامنہ ای، قائد مقاومت سید حسن نصر اللہ، شیخ عیسیٰ قاسم، شیخ علی سلمان، شیخ ابراہیم زکزکی، جنرل قاسم سلیمانی، سمیت ہزاروں عزادار بھی پرچم بلند کئے ہوئے ہیں ہزاروں شہدائے اسلام، محسن حججی نے بھی پرچم بلند کیا۔

فرق صرف یہ ہیں کہ شاید ہم رسمی عزادار ایام ہائے عزاء میں پرچم بلند کر کے پھر اپنی جگہ پر واپس آجاتے ہیں اور حقیقی عزادار پرچم بلند کئے ہوئے ہیں اور پرچم کو بلند رکھنے میں اپنی جان کی بازی لگانے سے گریز نہیں کرتے۔

قارئین کرام ایسا فقط عزاداری کے مسئلہ میں نہیں ہے، مسلمانوں کے تمام امور میں بالکل یہی حالت ہے، اربوں کی تعداد میں سے کچھ گنے چنے افراد اسلام کے اصولوں قواعد اور قوانین کی صدق دل سے آبیاری اور پاسداری کر رہے ہیں۔

محترم قارئین امام عالی مقام نے کسی مال ودولت، جاہ وحشمت، تخت وتاج یا کسی فردی مفاد کے لئے قیام نہیں کیا بلکہ امت محمدیہ کی اصلاح کرنے کے لئے آپ نکلے، بدقسمتی سے کچھ افراد غلط فہمی کے شکار ہو کر ایسے گمراہ کن تقریریں کر رہے ہیں۔ جس امت میں ایک ایسا فاسق وفاجر ظالم وجابر اپنے گندے کرتوت کی وجہ سے تخت اسلامی پر قابض بنا بیٹھا تھا جو شراب، عریانیت، بیہودگی، غنا اور حیوان دوستی کا دلدادہ تھا، جس نے خلافت اہلبیت طاہرین سے غصب کی تھی، ظلم کی انتہا یہ تھی کہ علم وآگہی کے سمندر کو باغی سمجھا جاتا تھا، نواسہ رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو بیعت کی دعوت دی جا رہی تھی۔

محترم قارئین امام عالی مقام نے ہمت، بہادری، عزم واستقلال، صبر واستقامت کے ساتھ حق کی علم بلندگی اور ان تمام برائیوں کا خاتمہ اپنے اور اپنے خانوادہ واصحاب کے مقدس خون سے کیا۔

علمدار کربلا کی ہمت اور بہادری دیکھئے اسلام کی سربلندی کا پرچم کس طرح تھامے ہوئے تھے، اپنے بازوئے مبارک کی پرواہ نہ کی لیکن اسلام کا پرچم بلند رکھا اور اپنے آقا امام وقت کی فرمانبرداری! اللہ اکبر ایک سانس بھی آقا کی مرضی کے خلاف نہ لیا، بازوئے مبارک جدا بھی ہوئے لیکن امام وقت کی فرمانبرداری سے ایک لمحہ بھی پیچھے نہ ہٹے اور ہم رسمی عزادار مولا عباس کی عزاداری کرتے ہیں، آپ کی یاد میں علم شریف بلند کرتے ہیں لیکن اصل درس سے قدرے دوری اختیار کئے ہوئے ہیں۔ ایک دقیق نظر اپنے افکار، اپنے کردار پر ڈالئے خدارا دیکھئے ہم سیاہ کپڑے بھی پہنتے ہیں، سینہ زنی بھی کرتے ہیں لیکن امام وقت کے ساتھ کس قدر حمایت ومحبت کا اظہار کر رہے ہیں۔

سب سے پہلی عزادار شریکۃ الحسین حضرت زینب سلام اللہ علیہا! جس نے بعد از عاشورہ مشن کربلا کو آگے لے کر اس طرح اشاعت دین کی کہ یزیدی افواج میں ہلچل مچ گئی، کربلا سے لیکر شام تک کہرام مچ گیا کہ "فزت ورب الکعبہ" کی صدائیں کیسے ایک بار پھر فضاء میں گونج رہی ہیں، زینب کے خطبوں میں جلال حیدری تھا، بزدلی نہیں تھی، خوف وڈر نہیں تھا، تخت وتاج کی قدر نہیں تھی، یزید کو دربار میں مکار کہا، پردے کے پیچھے نہیں۔

لہذا عزادار حسین علیہ السلام کو ہمیشہ عزادار ہونا چاہئے، غیر فرار ہونا چاہئے، وہ یمن سے لیکر شام، عراق، افغانستان، بحرین اور فلسطین کے مظلومین کا طرفدار ہونا چاہئے، طرفدار سے مراد ہر وقت مظلوم کی دردبھری آواز پر تیار ہونا چاہئے اور سال بھر کے بارہ مہینوں میں حقیقی پیرو حیدر کرار بن کر انسانی حقوق کا پاسدار ہونا چاہئے۔ یہی عزاداری ہے جو اس حالت میں اہلبیت طاہرین علیہم السلام اور واقعہ کربلا پر آنسو بہائے گا وہی آخرت میں موتی بن جائیں گے اور شفاعت کے حق دار بن جائیں گے۔

ذاکرین مجالسوں میں مصائب بیان کریں ضروری ہیں لیکن خدارا امام عالی مقام اور آپ کے اصحاب ویاوران کی شجاعت اور جوانمردی کو اس طرح سے پیش کریں کہ عزاداروں کے اندر بھی جلال حیدری، صبر واستقامت امام عالی مقام اور بہادری مولا عباس اور استقلال حضرت زینب علیہم السلام پیدا ہو جائے۔

پیغامِ کربلا کے عصری تقاضے

از:فدا حسین بالهامی

عصر حاضر میں ترسیل و ابلاغ کے جدید ذرائع سے پیغام رسانی کا دائرہ کافی وسیع ہوتا جارہا ہے۔ مبادلہ افکار و آئیڈیلوجی (exchange of thought and ideology) کی رزمگاہ میں فکری للکار و پکار کی گونج دنیا کے ہر کونے میں سنی جاسکتی ہے۔ کوئی بھی چھوٹے پیمانے کا عملی یا فکری مظاہرہ ان جدید ذرائع کے حوالے ہوجائے تو آن واحد میں عالمی منظر نامے کی زینت بن جاتا ہے۔ پیامبران کربلا کو اس سلسلے میں یہ بات ذہن نشین ہونی چاہیئے کہ ان کی نظر میں سامعین و قارئین کے علاوہ بھی ایک بڑی انسانی جمعیت گوش بر آواز اور نظر بر تحریر ہے۔ جن محافل و مجالس اور تحاریر و تقاریر کو صرف اور صرف اهل عزا کیلئے پیش کیا جاتا تھا۔ انکو دیکھنے اور سننے والے دیگر اقوام سے وابسطہ افراد بھی ہیں۔لهذا رسوم عزا میں جس قدر پیچیدگی (Complication) اور الجھاؤ پایا جاتا ہے۔

شہنشاہ کربلا کے عالم انسانیت پر بالعموم اور دنیائے اسلام پر بالخصوص مخفی وآشکار احسانات کا کاملاً احاطہ کرنا مشکل ہی نہیں ،ناممکن ہے۔احسانات بھی ایسے جو کثیر الجہت اور عالم گیر ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ اولاد آدم میں سے ایک بڑی جمعیت اپنے اس محسن کے اسم مبارک سے بھی ناآشنا ہے۔اور بہت سے انسان احسان فراموشی کا اس حوالے سے دیدہ ودانستہ مرتکب ہورہے ہیں حد تو یہ ہے حتیٰ کہ اپنے آپ کو مبلغ اسلام گردانتے والے کچھ افراد موجودہ دور میں بھی ''رضی اللہ'' کی چادر سے قاتل حسینؑ کی ''عریان تصویر'' کو ڈھانکنا چاہتے ہیں۔خیر کوئی معترف ہو یا نہ ہو امام عالی مقام نے پیغمبر اسلامؐ کے مشن کو بچانے کیلئے عظیم قربانی پیش کرکے ثابت کردیا کہ آپ علیہ السلام محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی وارث ہیں اس لحاظ سے انسانیت کی گردن امام حسین علیہ السلام کے احسانات سے تاقیام قیامت زیربار رہے گی بہرطور جوں جوں انسان احسان مندی کی بوخو سے مانوس ہوتا جائے گا۔وہ خون حسینؑ کی ہر بوند کا قدر شناس ہوتا جائے گا۔شرط یہ ہے کہ فی الواقع کربلا کی نمائندگی کے دعوے دار اپنی اس سہ گونہ مسئولیت کی حساسیت واہمیت کو جان لیں اور اسکو پورا کرنے کی سعی کریں جس کے مبادیات پر ذیل میں بحث ہوگی:

۱۔ پیغام کربلا کی تفہیم
۲۔ پیغام کربلا کی ابلاغ وترسیل
۳۔ پیغام کربلا کی عصری حالات پر تطبیق

(۱) پیغام کربلا کی تفہیم:۔

جہاں تک اول الذکر مسئولیت کا تعلق ہے۔تحریک کربلا کے اصل مدعا ومقصد کو سمجھنے کیلئے لازمی ہے کہ کربلا کا مطالعہ اس کے صاف وشفاف منابع سے ہی کیا جائے۔ اس حوالے سے یہ کہنا بے محل نہیں ہے کہ کربلا میں امام علیہ السلام اور یاوران امام پر جو مظالم ڈھائے گئے۔ان کا اختتام کربلا ہی میں نہ ہوا بلکہ ان کی نوعیت وقت بدلنے کے ساتھ ساتھ تبدیل ہوتی گئی اور آگے جاکر یہ مظالم ایک نئی صورت میں وقوع پذیر ہوئے۔یعنی کربلا کے جانبازوں کی اہمیت کو کم کرنے کیلئے بہت سی بے سروپا روایات کا ڈھیر لگا دیا گیا۔تاکہ پیغام کربلا اور حسینی مشن کا مقصد اسی ڈھیر کے نیچے دھب کر رہ جائے۔ایک ایسی حقیقت جس کو انسانی تاریخ نے عالم شباب میں اپنی پر بصارت آنکھوں سے دیکھا تھا اس حقیقت کو خرافات کی نذر کرنے کیلئے کئی بار منظم سازشیں رچی گئیں۔ان سازشوں میں ایک سازش یہ بھی تھی کہ اس حقیقتِ کربلا کو افسانوی رنگ میں رنگ دیا جائے۔ بہت سی افسانوی داستانیں کربلا کے ساتھ منسوب ہوئیں۔ان داستانوں کی کھوج بین اسلامی تاریخ میں کیجئے۔تو کھوج بین کرتے کرتے آپ تھک جائیں گے لیکن کہیں پر ان کا سراغ نہیں مل پائے گا۔ ان افسانوں، داستانوں اور غیر مستند روایات کا پول سیرت امام حسینؑ اور ان کے اعوان وانصار کے کردار سے بھی کھل جاتا ہے۔بعض دفعہ چند ایسی روایات اور واقعات سے بھی سابقہ پڑتا ہے۔ جو قطعی طور سیرت سید الشہداؑ، کردار اصحاب امام حسینؑ اور شعار اہلبیت سے میل نہیں کھاتے۔مثال کے طور پر کیا یہ بات تضاد بیانی پر محمول نہیں ہوگی کہ ایک طرف ہم صبر حسینؑ کے مدح سرا بھی ہوں اور دوسری جانب ایسی روایتوں پر سینہ کوبی کریں جس میں امام یا ان کے اولاد واعوان یہاں تک مخدرات کے تئیں انتہائی بے صبری کی منظر کشی کی گئی ہو۔عمومی لحاظ سے بھی کسی تاریخی واقعے کے متعلق حتماً یہ دعویٰ کرنا مبادی العلوم تاریخ سے ناواقفیت کی علامت ہے کہ فلاں واقع بدطینت افراد کی دست برد سے کلیتاً محفوظ رہا ہے۔علی الخصوص جب کوئی واقعہ اغیار کی آنکھ کا کانٹا ہونے کے ساتھ ساتھ اپنوں کے حقیر مفادات کی حصول یابی کا ذریعہ بن جائے۔اس لحاظ سے تفہیم کربلا ہرکس وناکس کا کام نہیں بلکہ یہ کام اسلامی تاریخ اور سیرتِ ائمہ سے کماحقہ آشنائی کا طالب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پرخلوص اور بابصیرت علما کرام نے وقتاً فوقتاً واقعہ کربلا کی (بعض گوشوں کے حوالے سے) تحریف کا انکشاف کیا ہے۔اس سلسلے میں گزشتہ ادوار میں چند ایک قابل قدر علما ومجتہدین نے اپنی تحقیقی بصیرت سے بہت سے واقعات و روایات کو نشان زد کیا ہے۔ دور حاضر کے بہت سے مفکرین اور محققین نے بھی کتابِ کربلا سے تحریف کی دھول جھاڑنے کی بساط بھر کوشش کی ہے۔ان علما کرام، دانشمند حضرات اور مجتہدینِ اعظام میں سے شہید مرتضی مطہری کو امتیازی حیثیت کے حاصل ہیں۔جس زاویہ نظر سے انہوں نے کربلا کو دیکھا اور اس کے دقیق پہلوؤں کو مورد بحث ٹھہرایا ہے۔ اسکی نظیر خال خال ہی نظر آتی ہے۔علی الخصوص تحریف کربلا کے حوالے سے ان کے آثار میں بہت سے جدید انکشافات نظر سے گزرتے ہیں۔انہوں نے جس دلیری سے اپنے زبان وقلم کے ذریعے اس مسئلے کو اجاگر کیا۔اس سے کربلا پر نظر دوڑانے والوں کو ایک نیا کینوس ملا،ایک نیا زاویہ نگاہ اور نئی فکری افق فراہم ہوئی ہے۔شہید موصوف نے اپنی نوکِ قلم سے بہت سے غیر حقیقی داستانوں کا پردہ چاک کرکے رکھ دیا ہے۔جس سے تفہیم کربلا کا حقیقی رخ اور زیادہ نمایاں ہوگیا ہے۔ پیغام کربلا کی تفہیم کیلئے کافی اہم ہے کہ شہید موصوف کے زاویہ نگاہ سے استفادہ کیا جائے۔ کسی نابغہ روزگار شخصیت کے افکار وآثار سے استفادہ کئے بغیر کربلا شناسی میں خطا سے دوچار ہونا یقینی ہے۔ کیونکہ زاویہ نگاہ فراہم کرنا اعلیٰ پایہ دیدہ وروں کا کام ہے اور اس قبیل کے دیدہ ور پیدا کرنا ہر دور کے بس کی بات نہیں ہوتی۔ بلاشبہ ان کو جدید استعاراتی تناظر میں ''فکری سیٹالائٹ'' کہا جاسکتا ہے۔ چنانچہ فکری لحاظ سے کافی بلندی پر جاکر حیات وکائنات کی مختلف جہات کا مشاہدہ ومطالعہ کرنا ایک منفرد وظیفہ ہے یہ وظیفہ علامہ مرتضی مطہری جیسے دیدہ ور اور مفکر سے ہی تکمیل پاتا ہے۔جس طرح سیٹالائٹ (Satellite) عام سطح سے کافی اونچائی پر جاکر ہماری زمین کے گوشہ وکنار کے متعلق ہمیں مختلف جدید آلات کے ذریعے اطلاعات فراہم کرتا ہے۔بعینہٖ ایک قومی مفکر عامیانہ فکری سطح سے اوپر اٹھ کر حیات وکائنات کے مختلف گوشوں کو دیکھتا ہے اور تفکر کے نشیب میں بیٹھی انسانی جمعیت کو نادر اور نامعلوم افکار سے روشناس کراتا ہے۔شہید مطہری نے اسی فکری بلندی سے اپنی بلند نگاہی کربلا پر مرکوز (Focus) کی۔اور بہت سے پوشیدہ گوشے منکشف کردیئے۔المختصر واقعات کربلا کا مطالعہ کرنا ایک اہم وظیفہ ہے مگر اسے بھی اہم وظیفہ یہ ہے کہ کربلا کی تفہیم سے قبل ایک بے لاگ فکری رہنما کا تعین کیا جائے تاکہ تذکرہ کربلا کے حقیقی رجحان کو فروغ ملے اور خرافات سے یہ بیش بہا اثاثہ پاک ہو۔

(۲) پیغام کربلا کی تشہیر وترسیل:۔

تفہیم اور ترسیل کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے جو بات ،خیال ،فکر، ادراک ،اور معلومات انسانی ذہن میں درجہ اجابت اور تقدیس کے مقام تک پہنچ جائیں ان کی حتی الوسع تشہیر وترسیل انسان کی فطری ضرورت بن جاتی ہے۔بروقت اور شایان شان وسیلہ اظہار مل جائے تو ایک ذہنی آسودگی اور روحانی کیف سے انسان لطف اندوز ہوتا ہے بہ صورت دیگر یہی فکری وذہنی اثاثہ اسکے باطنی دنیا میں ہیجان انگیزی کی فضا قائم کردیتا ہے جو بعض دفعہ عجیب وغریب حرکات وسکنات کی صورت میں اظہار پاتی ہے۔ کتابِ کربلا مفاہیم اور جذبات کا ایک بیش بہا خزینہ اپنے اندر سموئے ہوئے ہے مفاہیم اور جذبات کے اس بحر پر ذخار] کربلا [میں غوطہ زن ہونے والے "غواصِ مودت" کو "درد آگہی "اور" کربِ مصائب "جیسے دو گراں بہا موتی ہاتھ آجاتے ہیں۔جن کی نمائش کے لئے عجب نہیں ہے کہ وہ دیار بہ دیار اور کوچہ وبازار آہ وفغاں کرتا پھرے۔سوز وگداز اور علم وآگہی میں بے چینی قدر مشترک ہے۔ کربلا اس قدر مشترک یعنی دوگانہ بے چینی کے عروج کا نام ہے۔پس یہ امر انسانی فطرت سے کوسوں بعید ہے کہ کربلا کے درد وکرب اور عرفان وآگہی سے کسی حد تک آشنا فرد پر زبان بندی کی تعزیر بے جا لگائی جائے۔بے جا نکتہ چینوں کے لئے یہ ضرب المثل کافی ہے "ملکی کیا جانے پرائے دل کی "البتہ تشہیر کربلا ایک ایسا عمل ہے۔جس سے عہدہ برآ ہونا اصل میں علماءِ دین کا ہی وظیفہ ہے۔لیکن تبلیغ وتشہیر کے وسیع تر مفہوم کے پیش نظر ہر وہ شخص اپنی بساط کے مطابق اس کام میں مصروف ہے۔ جو کربلا کی یاد حتی الوسع زندہ رکھنے میں کوشاں رہے۔یہ عمل تفہیمی مرحلے کا ہی اگلا قدم کہلائے جائے گا۔ کیونکہ جو چیز انسان کے ذہن نشین ہو فطری طور وہ اسے دوسرے انسانوں تک منتقل کرنے کی ٹوہ میں لگا رہتا ہے۔ جو لوگ فکر عاشورا سے آشنا ہوئے۔ وہ ہر صورت اس کی ترسیل وترویج کیلئے بھی کوشاں ہوں گے۔ البتہ تبلیغی اور ترسیلی کاوشیں حساس نوعیت کی حامل ہوتی ہیں۔ذکرِ حسینؑ شہادت گہ الفت میں قدم رکھنے کے مترادف ہے خدانخواستہ اگر یہ تبلیغی کاوشیں مبنی پر اغلاط ہوں تو انفرادی معاملہ اجتماعی سرحدوں میں داخل ہوجاتا ہے۔ ذاتی غلط فہمی اور فکری کج روی کے معاشرتی اور سماجی بلکہ ملی سطح پر منفی نتائج مراتب ہوسکتے ہیں۔اس لحاظ سے مبلغین واعظین اور ذاکرین کی معمولی سی معمولی غلط بیانی کا خمیازہ بڑے پیمانے پر اسلامی تہذیب وثقافت اور ملت کے فکری نظام کو بھگتنا پڑ رہا ہے۔روحِ حسینیت سے واقف کوئی بھی شخص اس حقیقت کا منکر نہیں ہوسکتا ہے کہ تحریک کربلا ذوق عمل کو جلا بخشنے کا بے بدل وسیلہ ہے۔کربلا سوئے ہوؤں کو جگانے اور جاگے ہوؤں کو میدان عمل میں کودنے پر آمادہ کرتی ہے۔اس کی تاثیر سے زنگ آلود اذہان میں بھی فکر نو کی شمعیں روشن ہوگئیں۔اور خوف و دہشت کر مارے قلوب شجاعت کی چاشنی سے آشنا ہوئے۔مگر کم سواد ذاکرین و واعظین کی کرشمہ سازی دیکھئے انہوں نے کربلا اور امام عالی مقام کی قربانی کو منفی انداز میں پیش کیا۔

بقیہ صفحہ6پر

بسلسلہ... پیغامِ کربلا کے عصری تقاضے

نتیجتاً امام حسین علیہ السلام سے عقیدت رکھنے والے بعض افراد کے عقیدے میں یہ باطل خیال رچ بس گیا ہے کہ معاذ اللہ خونِ حسین علیہ سلام اصل میں ہمارے گناہوں کا کفارہ ہے۔ آپ علیہ سلام نے جو اتنی بڑی قربانی سے ہماری نجات کا پروانہ ہمارے ہاتھ میں تھما دیا تو پھر ہاتھ پیر مانے کی کیا ضرورت ہے۔

یقیناً امام حسین علیہ سلام بمطابق حدیث پیغمبرؐ ''نجات کی کشتی'' ہے لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں۔ کہ محض نام حسین علیہ السلام کو وردِ زباں رکھنے والے خواہ اس نجات کی کشتی کے مخالف سمت ہی محو سفر کیوں نہ ہوں ہر حال میں منزلِ نجات پر لنگر انداز ہوں گے! بے ریب و شک امام عالی مقام علیہ السلام پوری امتِ مسلمہ بلکہ اقوام کیلئے باعثِ نجات ہے جیسا کہ علامہ اقبال بھی اس حقیقت کے معترف ہیں۔

نقش الا اللہ بر صحرا نوشت | سطرِ عنوانِ نجات ما نوشت

مگر اس سلسلے میں کچھ شرائط کا پاس و لحاظ رکھنا لابدی ہے۔ اس صورتِ حال کو ایک مثال کے ذریعے شاید بہتر انداز میں سمجھایا جاسکتا ہے کہ جان بلب بیمار کے حق میں طبیب نے شفایابی کا ایک بہترین نسخہ تجویز کیا۔

مگر تیمار دار نے مریض کو اس نسخے میں درج تجاویز پر عمل کرنے کے بجائے اس بات پر اترانے کی ترغیب دلائی کہ وہ ایک حاذقِ بے مثل سے منسوب ایک بیمار ہے وہ پرہیز کرے یا نہ کرے بہر صورت شفایابی اس کی تقدیر میں رقم ہو چکی ہے۔ بیمار اترانے تک ہی محدود رہا یہاں تک موت کی آغوش میں چلا گیا۔ امام حسین علیہ سلام جیسے طبیبِ خون دہندہ نے اپنے مقدس خونِ جگر سے جاں بلب انسانیت کیلئے نسخۂ سرخ لکھ دیا مگر افسوس خونِ حسینؑ کے تاجروں نے اس کی قسمت بھی وصولی اور عملی مظاہرے کی راہ میں سنگِ راہ بھی ثابت ہوئے۔ وہی کربلا جو ذوقِ عمل کو جلا بخشنے کا محرک تھی، روحِ حسینیت سے نا آشنا واعظ و ذاکر حضرات نے حرکت و عمل کی روح کو جسدِ قومی سے کو یوں نکال دیا جیسے عطر ساز نے گلاب کے پھول سے عرقِ گلاب کشید کیا ہو۔ کیا یہ امر غور طلب نہیں ہے کہ مجلس حسینی میں جو ولولہ، جوش، تحریک، دلسوزی، تجسس، کشمکش، حرارت، یکسوئی، طلاطم، تڑپ اور درد دیکھنے کو ملتا ہے۔ اس کا ادنیٰ سا عملی مظاہرہ بھی ان مجالس کو برپا کرنے والے معاشروں میں دیکھنے کو کیوں نہیں ملتا؟ وجہ صاف ہے۔ اپنے آپ کو پیغام حسینی کے پیغام رساں گردانے والے بیشتر افراد یا مقصدِ حسینی اور تقاضائے کربلائی سے نا آشنا ہے یا اپنے حقیر مفادات کی خاطر اس کی صحیح تشہیر و ترسیل میں روڑا اٹکاتے ہیں۔ کسی پس و پیش کے بغیر کہا جاسکتا ہے کہ اگر پیغامِ حسینی کے مقصد کو صحیح انداز و عنوان میں پیش کیا جاتا تو حسینی مشن سے وابستگی کے دعوے دار معاشروں میں فعالیت کا فقدان نہیں ہوتا۔ کربلا کو اگر روحانی بجلی گھر (spiritual power house) سے تشبیہ دی جائے۔ اگر اسے نور و حرارت کا ایک بڑا منبع تصور کیا جائے تو یادِ کربلا کو تازہ کرنیوالے ذاکر و واعظ کو ترسیلی لائن کہنا بجا ہے جو بظاہر اس روحانی بجلی گھر سے متوصل ہے۔ لیکن ہدایت و حرات کی حامل موجِ برق (Current) کی غیر موجودگی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ترسیلی لائن کہیں نہ کہیں نقص زدہ ہے کیونکہ کربلا جیسے حرارت و نور کے ماخذ میں خرابی یا فیض رسانی میں کمی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا ہے۔

جس طرح پاور سٹیشن سے ہمیں حرارت و روشنی ملتی ہے اسی طرح کربلا کے روحانی بجلی گھر (Power house) سے انسانیت کو نورِ ہدایت اور جذبہ حرکت فراہم ہونا لابدی ہے بشرطیکہ ترسیلی لائن کے نقائص دور ہوں۔

پیغام رسانی پر مامور حضرات کے طرزِ فکر، اندازِ تخاطب اور طریقہ کار سے یہ بات مترشح ہے کہ انہوں نے واقعات و روایات کی ہی روشنی میں امام اور یاورانِ امام کے سیرت و کردار کو پیش کرنے کی سعی کی ہے جبکہ اس امر کا متوازن اور احسن طریقہ یہ ہے کہ امام عالی مقام کے سیرت و کردار اور واقعاتِ کربلا کے تقابلی مطالعے سے ان واقعات کی اعتباریت کا پہلے تعین کیا جائے۔ رسالت و امامت کے وسیع و عظیم پس منظر سے بے نیاز ہو کر کربلا کی تفہیم و تشہیر ایسا ہی ہے جیسا کسی متن کو اس کے سیاق و سباق کے بغیر ہی سمجھنے کی کوشش کی جائے۔ واقعہ کربلا کے تشہیری عمل سے وابسطہ غالب اکثریت کے تحت الشعور میں یہ خیال رچ و بس گیا ہے کہ ذکرِ حسین اور تذکرہ شہدا، نفسیاتی تسکین کا وسیلہ ہے۔ یہ نفسیاتی تسکین حاصل ہو جائے تو ذکرِ کربلا کا مدعا پورا ہو گیا۔ بالفاظِ دیگر اشک ریزی، نالہ و شیون، نوحہ و ماتم کو ہی ذکرِ کربلا کا مقصدِ عینی سمجھا گیا۔ ماتم و مراسمِ عزا، ذکرِ کربلا اور احوالِ امام حسینؑ کا فطری نتیجہ ہے نہ کہ مقصدِ قیامِ حسین! ذکرِ کربلا کا اصل ہدف پیغامِ کربلا کی حتی الوسع ابلاغ و ترسیل ہے۔ یعنی انسانیت کا فرد فرد اس عظیم درس سے مانوس ہو جو ریگزارِ کربلا میں شہداِ کربلا کے لہو سے رقم ہوا ہے۔ اس بات سے انکار کی جرات کسی بھی حقیقت بین فرد و ملت کو نہیں ہو سکتی ہے۔ کہ مجالسِ حسینی میں شرکت کرنے والوں کی اکثریت ان افراد پر مشتمل ہوتی ہے جو آنسو بہا کر نفسیاتی آسودگی حاصل کر کے مطمئن ہو جاتے ہیں کہ انہوں نے ان مجالس سے گوہرِ مراد حاصل کر لیا۔ نشر و اشاعت اور تبلیغ و وعظ کا محور و مرکز سید الشہدا کے قیام کی غرض و غایت ہونا چاہیئے۔ بین و ماتم ایک ثانوی درجہ رکھتا ہے۔ کربلا کو اس کی غرض و غایت کے ساتھ بڑے ہی خلوص کے ساتھ پیش کیا جائے تو ضرور بہ ضرور ہر قلب سلیم غم زدہ ہو جائے گا اور ہر چشم بصیر تر ہو جائے گی۔ لیکن جب نتیجہ ہی مقصد بن جائے تو کسی بھی عمل کا مقصد فوت ہونا طے ہے۔ مثال کے طور پر عارفوں اور صوفیوں کے یہاں یکسوئی کے ساتھ ذکر اللہ کی کثرت کا ایک طریقہ رائج تھا۔ یعنی جب عارف و صوفی تمام تر ذہنی، قلبی، نفسیاتی یکسوئی کے ساتھ ذکر اللہ میں مشغول ہوا کرتے تھے تو ان پر ایک قسم کی مدہوشی کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ وہ اپنے آپ سے پاس پڑوس سے بے خبر ہو جاتے تھے۔ نتیجتاً وہ ایک قسم کی روحانی لذت سے محظوظ ہوتے تھے۔ آہستہ آہستہ ذکر اللہ کے نتیجے میں طاری ہونے والی غنودگی کی کیفیت ہی ہدف بن گئی یعنی پھر اکثر و بیشتر صوفی حضرات اسی لذت سے لطف اندوز ہونے کیلئے ہی کثرتِ ذکر میں محو ہونے لگے۔ وہ عمل جس کا مقصد اللہ کی معرفت اور قربِ خداوندی تھا لذت کوشی کا ذریعہ بن گیا۔ پھر کسی عامل سے پوچھا جاتا کہ یہ عمل کیوں کرتے ہو؟ تو وہ جواباً کہتا کہ اس سے روحانی لذت سے نفسیاتی کام و دہن آشنا ہوتا ہے۔

عصر حاضر میں ترسیل و ابلاغ کے جدید ذرائع سے پیغام رسانی کا دائرہ کافی وسیع ہوتا جا رہا ہے۔ مبادلہ افکار و آئیڈیلوجی [exchange of thought and ideology] کی رزمگاہ میں فکری للکار و پکار کی گونج دنیا کے ہر کونے میں سنی جاسکتی ہے۔ کوئی بھی چھوٹے پیمانے کا عملی یا فکری مظاہرہ ان جدید ذرائع کے حوالے ہو جائے تو آنِ واحد میں عالمی منظر نامے کی زینت بن جاتا ہے۔ پیامبرانِ کربلا کو اس سلسلے میں یہ بات ذہن نشین ہونی چاہیئے کہ ان کی نظر میں سامعین و قارئین کے علاوہ بھی ایک بڑی انسانی جمعیت گوش بر آواز اور نظر بر تحریر ہے۔ جن محافل و مجالس اور تحاریر و تقاریر کو صرف اور صرف اہل عزا کیلئے پیش کیا جاتا تھا۔ انکو دیکھنے اور سننے والے دیگر اقوام سے وابسطہ افراد بھی ہیں۔ لہٰذا رسوم عزا میں جس قدر پیچیدگی (Complication) اور الجھاؤ پایا جاتا ہے۔ اس کو دور کرنے کی ضرورت ہے ہے ہمارا عقیدہ اگر یہ ہے کہ امام حسین کی شخصیت تمام انسانیت کیلئے مشعل راہ ہے۔ اور ان کے لاثانی کارناموں کا تذکرہ کرنے والے اس حکم پیغمبر پر عمل پیرا ہے جس میں انہوں نے اصحابِ کبار سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا ''ھذا حسین فاعرفو'' یہ حسین ہے اس کو پہچانو۔ مقام تفکر یہ ہے کہ کہیں یہ تذکرہ کرنے والے ہی حسینؑ اور عالم انسانیت کے درمیان حائل تو نہیں ہے۔ کیا ہماری فرسودہ حرکات و سکنات سے تحریک کربلا دیگر اقوام عالم بلکہ اسلامی مسالک کے لئے چیستان تو نہیں بنی ہے؟ انسانی نفسیات سے کماحقہ شناسا افراد کو شاید ہی یہ بات قبول کرنے میں پس و پیش ہو کر اگر واقعہ کربلا کو بغیر کسی اشکال و الجھاؤ کے جدید ذرائع کے حوالے کیا جائے تو یہ ضرور انسانی اذہان میں ہی نہیں بلکہ انسانی قلوب میں بھی اپنی جگہ پالے گا۔ کیا ہم نے کبھی غور کیا ہے کہ اس اثر انگیز واقعہ سے عالمِ انسانیت مجموعی طور غیر واقف کیوں ہے؟ کیونکہ ہم نے بقول علامہ اقبال "غریب و سادہ، رنگین داستانِ حرم " کو مرصع، مسجع، غیر واضع اور پیچ در پیچ مراسم کے ذریعہ بیان کرنے پر اپنی پوری توانائی صرف کر دی ہے۔ ان مراسم کے ذریعے جو پیغام دنیا تک پہنچانا مقصود تھا وہ پیغام سیدھے سادھے اور غیر مبہم پیرایہ میں بیان ہوتا تو صورتِ حال دیگر ہوتی۔ شاید اس مثال کے ذریعے بات واضع ہو کر کسی ایک شخص نے کسی دوسرے شخص کو تحفتاً ایک قیمتی شئے ارسال کی لیکن ارسال کردہ شئے کو کچھ اس انداز سے Pack کیا کہ اس شئے کو لینے والا شخص پیچ در پیچ Package کو کھولتے وقت الجھ کے رہ گیا وہ ایک عقدہ وا کرتا تو دوسرا عقدہ اسے پریشان کر دیتا۔ بالآخر اس نے کھول کر اس شئے کو دیکھنے کی زحمت گوارا ہی نہیں کی۔ اور اس Pack کو قیمتی شئے سمیت طاق نسیاں کے حوالے کر دیا۔

(۳) پیغام کربلا کی عصری حالات پر تطبیق:-

ذمہ داری کا آخر الذکر پہلو انتہائی حساس اور اہم ہے۔ تطبیق یعنی کسی ایک شئے کو کسی دوسری شئے، کسی ایک واقع کو کسی دوسرے واقعے کے ساتھ، کسی ایک دور کے حالات کو کسی دوسرے دور کے حالات کے روبرو کرنا۔ مثال کے طور پر کسی مومن پر اگر کبھی کسی ظالم حکمران یا نظام کی جانب دباو ڈالا جائے کہ وہ اس کے مظالم میں شرکت کے عوض انعام و اکرام اور دنیاوی عیش و عشرت سے ہمکنار ہو۔ لیکن وہ امام عالی مقام کی انکارِ بیعت اور اس کے نتیجے میں کربلا کے مصائب کو زیرِ نظر لا کر اس دباو کو خاطر میں نہ لائے نیز تمام ممکنہ مشکلات کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کرنے کیلئے تیار ہو جائے۔ تو کہا جائے گا اس نے واقعہ کربلا کو اپنی زندگی کے ساتھ منطبق و منسلک کیا۔ عصری حالات و واقعات پر کسی تاریخی واقعہ کی مطابقت کیلئے شرط اول یہ ہے کہ تاریخی واقعہ زائد المیعاد (Expire) اور دور از کار (Non Function) اور غیر موثر (Ineffective) نہ ہوا ہو۔ ان بنیادی شرائط کے بشمول واقعہ کربلا میں یہ تمام لازمی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ دراصل کربلا محض ایک ٹریجڈی کا نام نہیں (سطحی اور عوامی رائے کے مطابق) بلکہ ایک منظم تحریک ہے۔ اس تحریک کا اہم اور حیات بخش پہلو اس کا حرکی پہلو (Dynamic Aspect) ہے۔ یہی اس کی پائندگی کا راز ہے۔ اسی سے یہ زمانی و مکانی حد بندیوں سے ماوری ہے کربلائی تحریک ایک مسلسل عمل ہے۔ اگر زمان و مکان کا عمومی رویہ تحریک کربلا پر بھی لاگو ہوتا تو گردشِ ایام نے اس کی اہمیت، نوعیت اور حساسیت کو کب کا نابود نہ سہی معدوم ضرور کیا ہوتا۔ تحریک کربلا پورے آب و تاب کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہے اس کے بطن سے بے شمار چھوٹی بڑی تحریکوں نے جنم لیا ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ بہت سے تحریکی رہنماوں کیلئے بھی تحریک inspiration کا باعث بنی۔ اس لحاظ سے تحریکِ کربلا کو بجا طور پر ''ام التحاریک'' کے عنوان سے بھی یاد کیا جاسکتا ہے۔ گویا کربلائی حرکت، جمود زدگی سے معاشرہ کو نجات دلا کر اس میں تحرک کے عناصر انڈیل دیتی ہے۔ لہٰذا اس تحریک سے وابستہ افراد (خواہ وہ دنیا کے کسی بھی خطے سے تعلق رکھتے ہوں) کیلئے شرط اول یہ ہے کہ وہ ہر طرح کی فرسودگی اور جمود زدگی سے مبرہ ہوں جب ہی وہ اس تحریک کی نمائندگی کا کسی حد تک ادا کر سکتے ہیں۔ عصری شعور سے نابلد ذاکر و واعظ کی مثال خوابیدہ شخص کی سی ہے جو عالم خواب میں دیگر سوئے پڑے افراد کو جگانے کی اس زعم میں سعی کر رہا ہو کہ خود وہ بیدار ہے۔ اس قسم کی بیداری کو غالب نے جامع انداز میں بیان فرمایا ہے

ہیں خواب میں ہنوز جو جاگے ہیں خواب میں

تہی دست ہے وہ قوم جسکا دامنِ تاریخ سبق آموز اور عبرت انگیز واقعات سے خالی ہوا اور اس بڑھ کر وہ قوم بدقسمت ہے جس کا ماضی اس طرح کے واقعات سے مالا مال ہو اور وہ ان سے استفادہ کرنے سے قاصر ہو۔ ایک جانب ماضی میں واقعہ کربلا کی موجودگی اور دوسری جانب واقعہ کربلا کا تذکرہ کرنے والی قوم کی موجودہ بدحالی دیکھ کر یہی نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ اس قوم نے کربلا جیسے واقعے کو ذکر تک ہی محدود رکھا ہے۔ اور ہنوز عملی تطبیق کے مرحلے سے کافی دور ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ افرادِ ملت میں وہ متوازن بصیرت مفقود ہے جو تاریخ کے مطالعے اور عصری حالات کے مشاہدے سے تشکیل پزید ہوتی ہے۔ نتیجتاً یہ لوگ کربلا کے عصری تقاضوں سے بھی نابلد ہیں۔ اس متوازن بصیرت کے فقدان کے سبب ہی ناقابلِ تصور مشاہدات سے آئے دن ہمارا واسطہ پڑتا ہے۔ چنانچہ یزید صفت انسان اس دور میں حسینی مشن کے علمبرداری کا ڈھونگ رچاتے ہیں اور سادہ لوح عزاداروں کی ایک بڑی جمعیت ان کے دام فریب میں بآسانی آجاتی ہے۔ بالفرض خود یزید بھی امام عالی مقام کے نام پر آ کر ان کے سامنے دست دراز ہو جائے تو اس کی بھی دل کھول کر معاونت سے دریغ نہیں کریں گے۔ اس امر کا باریک بینی سے جائزہ لینا ہوگا کہ کہیں کوئی عصری یزید مجلس حسینی کے نام پر امام کے نام لیواوں کا استحصال تو نہیں کر رہا ہے کیونکہ

خدا آن ملتے را سروری داد | کہ تقدیرش بدستِ خود بنوشت
بہ آں ملت سروکارے ندارد | کہ دہقانش برائے دیگراں کشت

عصری آگہی کو جو یادِ کربلا سے الگ کیا جائے تو بقول علامہ اقبالؒ محض ایک ''رسمِ خانقاہی'' رہ جاتی ہے۔ جو لوگ اس ''رسمِ خانقاہی'' میں مست و مگن ہوئے وہ عصری یزیدیت کی شناخت سے تو رہ گئے۔ لہٰذا ان کے لئے عصری یزیدیت کے خلاف مورچہ بند ہونا ممکن ہے نہ وہ عصری کربلا سے واقف ہو سکتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کی زبانوں پر نام حسین ورد ہوتا ہے لیکن ان کے ہاتھ غیر شعوری طور حسینی مشن کی بیخ کنی میں مصروف ہوتے ہیں۔ کربلا کا تذکرہ اپنی جگہ ایک ایسا عمل ہے جس کی سعادتوں سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ مگر یادِ کربلا کے عصری تقاضوں سے بے اعتنائی ان سعادتوں پر بھی پانی پھیر دیتا ہے۔ کربلا کے عصری تقاضے کیا ہیں؟ اور "صدائے ہل من ناصر ینصرنا" پر آج کے دور میں کیوں کر لبیک کہا جاسکتا؟ "کل ارض کربلا کل یوم عاشورا" کا حقیقی مفہوم کیا ہے؟ ان چند سوالوں پر بہت زیادہ غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ سادہ طبعیت لوگ اسی انتظار میں رہتے ہیں کہ کب زمانہ الٹی سمت میں گردش کرنے لگے۔ تا کہ وہی ۶۱ ہجری کا زمانہ ہو۔ وہی یزید اور وہی امام ہو، وہی کربلا اور وہی نصرت کی صدا۔ اور وہ اسی ریگزار کربلا میں نصرت امام کیلئے حاضر ہو جائیں گے۔ لیکن روح حسینیت پوری آب و تاب کے ساتھ گردش زمانہ کے رواں دواں ہے ظاہری ہیت کے اعتبار سے تغیر پزیر ضرور ہے لیکن اسکی حقیقی روح میں تغیر و تبدل کا شائبہ تک نہیں ہو سکتا ہے بقول اقبال امام عالی مقام کی شخصیت اور تحریک ابدی حقیقت ہے اسی حقیقت کی روشنی میں معاصر حالات پرکھنے کی ضرورت ہے آج بھی جگہ جگہ کربلا برپا ہے بس کربلا کی اصل نوعیت اور عصری بصیرت درکار ہے۔ زمانے کی راہ و روش کے عین مطابق پھر سے کربلا کے درس ہائے رنگا رنگ انسانیت کے گوش گزار کرنے ہوں گے۔ ان دروس کو پیش کرنے سے قبل ہمیں اپنے روایتی طور طریقوں پر بھی طائرانہ نظر دوڑانا ہو گی۔ فرسودگی سے مبرہ ایک تازہ دم نظام عزا کو تشکیل دینا ہوگا جس کے لئے مجتہدانہ نظر کی ضرورت ہے بقول کے

پرانے ساغر و مینا اگر نہ بدلو گے
کوئی نہ لے گا جو آبِ حیات بھی دو گے
ذرائع اور مقاصد میں فرق ہوتا ہے
یہ نکتہ کب اے فقیہانِ شہر سمجھو گے

fidahussain007@gmail.com

کربلا....حسینی فکر کی دائمی تابناکیاں
ہر قوم اور ہر دور کے غمخوار ہے حسینؑ

از قلم: میر عترت حیدری
باغوان پورہ لال بازار

امام حسین علیہ السلام کی کربلا کے میدان میں عظیم قربانی کی یادلیکر جونہی محرم کا چاند دکھائی دے گیا تو پہلے کی طرح پوری دنیا کے چھوٹے چھوٹے دیہاتوں سے لیکر بڑے بڑے شہروں تک نواسہ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی صفِ ماتم بچھ گئی، یہاں تک کہ دور ترین ،بعید ترین گوشے کہ جہاں بجلی کی کرن بھی ابھی نہیں پہونچی ہے وہاں بھی محرم کا چاند نظر آتے ہی غم کی فضا قائم ہوگئی ہے۔ یہ ایک ایسا مہینہ ہے کہ جس کا ذکر شروع ہوتے ہی مظلوم کی حمایت اور ظلم سے نفرت کرنے والے ہر باشعور انسان کے دل و دماغ پر محسن انسانیت سید الشہداء حضرت امام حسینؑ کی کربلا میں عظیم قربانی اور تا قیامت فتح وکامرانی نقش ہوجاتی ہے۔ امام حسینؑ نے راہِ خدا و اسلام، راہِ حق و عدالت اور جہالت و گمراہی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے انسانوں کو آزاد کرنے کے لئے جامِ شہادت نوش فرمایا اور یہ شہادت نہ پرانی اور نہ ہی فراموش ہونے والی ہیں۔ اس غم میں لوگ بلا تفریق مذہب وملت شرکت کرتے ہیں اور پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے نواسہ کی عظیم قربانی پر تعزیت و تسلیت پیش کرتے ہیں، حضرت امام حسینؑ اور ان کے اصحاب باوفا نے اپنی بے مثال قربانی پیش کر کے پوری انسانیت کو سرخروں کر دیا اور رہتی دنیا تک انسانیت کے دامن پر لگنے والے دھبے کو دھو دیا۔ آج پوری دنیا میں بغیر کسی رنگ و نسل کے کروڑوں عزادار امام حسینؑ کا غم منا رہے ہیں اور 61 ہجری کے واقعے کو اتنا نزدیک محسوس کرتے ہیں کہ خود بھی امام عالی مقام کے ہمراہ کربلا میں پاتے ہیں، کربلا کی آگ ہر انسان کے دل میں لگی ہوئی ہے اور ہر انسان اس آگ کو محسوس کر کے ظالموں کے لئے موت کا پیغام بن رہا ہے۔ کربلا ظلم کے خلاف اعلان جنگ کا نام ہے، کربلا الٰہی پیغام کی بقاء کی ضامن ہے، کربلا قرآن کی عظمتوں کا نشان ہے، کربلا کا سردار وہ عاشق قرآن تھا کہ سر کٹ گیا تھا مگر نیزے کی نوک پر بھی تلاوت جاری تھی، دنیا بھر میں جہاں بھی مظلوم ظالم کے خلاف قیام کرتا ہے تو کربلا اس کے لئے مشعلِ راہ اور نشان منزل کی حیثیت رکھتی ہے۔

امام حسینؑ کی تحریک طاغوتی طاقتوں کے خلاف تھی اور تاریخ گواہ ہے کہ حسین ابن علیؑ نے یہ جنگ اپنے نانا حضرت محمد مصطفےٰ (ص) کے دین کو بچانے کے لئے لڑی تھی اور اس زمانے کا طاغوت یزید بن معاویہ تھا جس کی بیعت کو ٹھکرا کر امام حسینؑ نے موت کو گلے لگایا کیوں کہ یزید نہ صرف اصولی طور پر خلافت کا کوئی جواز رکھتا تھا بلکہ اپنے اخلاق اور کریکٹر کے لحاظ سے اس قدر پست اور بدنام تھا کہ تخت سلطنت پر اس کا برقرار رہنا اسلامی شریعت کے لئے خطرے کا باعث تھا۔ امام حسینؑ نے کربلا میں پیغمبر اکرم (ص) کے قول کو سند کر کے پیش کیا ہے کہ ''اگر کوئی ایسے ظالم حاکم کو دیکھے جو اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال اور اس کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام کر رہا ہو، تو اس پر لازم ہے کہ اس کے خلاف آواز اٹھائے اور اگر اس راستے میں کسی بھی قسم کی قربانی دینی پڑے تو اس میں دریغ نہیں کرنا چاہئے۔ جس طرح سے واقعہ کربلا نے یزید کے چہرے پر پڑے ہوئے اسلامی نقاب کو الٹ دیا تا کہ لوگ اس کے اصلی چہرے کو پہچان سکے اسی طرح آج ہم پر بھی فرض ہے کہ جو یزیدی فکر دنیا میں رائج اور پروان چڑھ رہی ہے اس کے لئے حسینی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے اُٹھ کھڑے ہوں اور اچھائیوں کو رائج اور برائیوں کو ختم کر کے معاشرے کو ایک حقیقی اصلاحی معاشرہ بنا دیں۔ کربلا میں یزیدی حکومت سب سے بڑا منکر اور برائی ہے اور حق و صداقت کو حاکم بنانے کے لئے اور ظلم کی بیخ کنی کرنے کے لئے جنگ کرنا سب سے بڑا معروف اور نیکی ہے یہ تاریخ اسلام کا وہ دردناک المیہ ہے کہ جہاں سجدہ گزاروں کے پیشانیوں میں تیر پیوست ہو رہے تھے۔ اہلِ ظلم و ستم کو جس طرح سے بھی موقعہ مل گیا کہ وہ امام عالی مقام کے پورے خاندان کو یتیم کریں، جس کو چاہئے جیسے چاہئے قتل کریں مگر امامؑ کے جانثار ہر بار آپ کی محبت میں قتل ہونے کے لئے تیار تھے۔ امام عالی مقامؑ کے ساتھ اگر محبت کا تعلق دیکھنا ہو تو کربلا آیئے، امامؑ دشمنوں کے نرغے میں گھرا ہوا اور مولاؑ چراغ بجھا دیں، جنت کی ضمانت دیں اور کہیں چلے جاؤ، یہ میری جان کے دشمن ہیں اور ساتھی ایسے ہوں کہ تلوار گردن پر رکھ کر کہیں فرزند رسول (ص) حکم دیں یہ تلواریں گردنوں پر چل جائیں اور کوئی کہیں یہ تو ایک زندگی ہے اگر خدا ایک ہزار زندگیاں بھی دیں تو ہر بار اپنی زندگی آپ پر ہی قربان کروں گا۔

کربلا دائمی بقا کے لئے حکمِ امام پر فنا ہونے کا نام ہے، کربلا وہ چشمہ ہے جس سے ہر انسان فیضیاب ہوتا ہے، کربلا ایک ایسی تحریک ہے کہ جس نے انسان کو جینا اور مرنا سکھایا ہے۔ جس نے اپنے وقوع کے فوراً بعد نہ صرف یہ کہ تاریخ کی صفحات میں اپنی جگہ بنالی بلکہ دلوں کی دھڑکن بن کے انسانی ضمیر اور اسلامی حافظے میں محفوظ ہوگیا۔ تاریخ گواہ ہے کہ کربلا نے ہر دور میں ایسے خود آگاہ خدا پرست شاگرد پیدا کئے جنہوں نے ظلم و جور طوفان میں ثابت قدم رہ کر کلمہ حق کو سربلند کیا اور انسانیت کی آبرو بچائی۔ کربلا ایک ایسی عظیم درسگاہ ہے جس نے بشریت کو زندگی کے ہر گوشے میں درسِ انسانیت دیا ہے اور ہر صاحب فکر کو اپنی عظمت کے سامنے جھکنے پر مجبور کر دیا ہے۔ جو چیز عقیدے کی مضبوطی کو ظاہر کرتی ہے، وہ ہے اپنے ہدف پر آخری دم تک باقی رہنا اور امامؑ نے عاشورہ کی پوری تحریک میں یہی کیا کہ اپنی آخری سانس تک اپنے ہدف پر باقی رہے اور دشمن کے سامنے تسلیم نہیں ہوئے۔ امامؑ نے اُمت مسلمہ کو ایک بہترین درس یہ دیا کہ حریم مسلمین سے تجاوز کرنے والوں کے سامنے ہرگز نہیں جھکنا چاہئے اور یہ پیغام بغیر کسی تعریف کے دنیا بھر کے تمام انسانوں اور آزادی کی تحریکوں کے لئے مشعل راہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر کے اسکالرز اور مختلف مذاہب کے باضمیر انسانوں نے اپنی کامیابی کا سہرا کربلا اور امام عالی مقامؑ کو قرار دیا ہے۔ نیلسن منڈیلا کربلا کی تحریک سے متاثر ہو کر لکھتے ہیں کہ 20 سال سے زائد کی اسیری جیل میں گزارنے کے بعد جب میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ کل صبح حکومت کے تمام تر شرائط مان کر دستخط کر کے تسلیم ہو جاؤ، لیکن اچانک اسی رات مجھے کربلا اور امام حسینؑ کی یاد نے ہمت باندھی کہ اگر امام عالی مقامؑ نے کربلا میں ظلم اور یزیدیت کی بیعت نہیں کی تو میں نیلسن منڈیلا کیوں ظلم کے آگے تسلیم ہو جاؤ اس لئے میری کامیابی کا راز کربلا اور امام حسینؑ کو آئیڈیل قرار دینا ہے۔ یہ ہے قیام حسینؑ کی حقیقی صورتحال جو ہر طبقے کو اپنے اندر جذب کر لیتی ہے۔ امام عالی مقامؑ نے شجاعت، ایثار اور اخلاص کے سائے میں اسلام کو نجات دینے کے ساتھ ساتھ لوگوں کو بیدار کیا تا کہ یہ سماجی و جہادی تحریک اپنے نتیجہ کو حاصل کر کے نجات بخش بن سکے۔ اس لئے آج مسلمان ہی نہیں بلکہ غیر مسلم بھی امام حسینؑ کی قربانی کو عقیدت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ والسلام!

عزاداری امام حسینؑ میں مسلمانوں کے مشکلات کے حل کا راز پوشیدہ

اہلسنت قلمکار حاجی غلام حسن زرگر کولگامی (کشمیر)

میں فرقہ سنی حضرات سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ گروہی تصادم کو کسی بھی صورت میں ہوا نہ دیں، بلکہ آپس میں اتحاد و اتفاق قایم رکھیں، خود کو ایک مسلمان کہنے والے کو قرآن حکیم میں درج یہ آیت یاد کرنی چاہئے جسمیں اللہ تعالی فرماتا ہے کہ: میں زمین پر فساد برپا کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ہوں،: مجھے امید ہے کہ اس برصغیر میں شیعہ و سنی حضرات آپس میں برادری، مروت، اور اتحاد و اتفاق کو لائحہ عمل کے طور پر اپنانے کی کوشش کرینگے۔

محرم الحرام کے سلسلے میں دنیا بھر میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں شیعہ مسلمانان عزاداری کی مراسم قائم کر کے اپنی محبت اور عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔ ہم سب کو ان تقاریب میں شرکت کر کے امت اسلامی کی یکجہتی اور اتحاد کو بڑھاوا دینے کی ضرورت ہے۔

اُمتِ مسلمہ میں سُنی اور شیعہ دونوں فرقے شامل ہیں، دونوں فرقے ایک ہی خدا کو، ایک ہی رسول یعنی محمدؐ کو پیغمبر اور ایک ہی قرآن حکیم کو جو محمد رسول اللہؐ پر خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے آخری آسمانی صحیفہ مانتے ہیں، دنیا کے بیشتر علاقوں میں دونوں فرقوں سے تعلق رکھنے والے لوگ آبا ہیں، دونوں فرقے نماز، روزہ، زکواۃ اور حج کرنے کو دین اسلام کے اہم ستون تصور کرتے ہیں، ایک تجزئے کے مطابق اس وقت شیعہ فرقے سے تعلق رکھنے والے لوگ زیادہ تر ایران، عراق، آذربائیجان اور بحرین میں آباد ہیں، جبکہ سُنی فرقہ سے تعلق رکھنے والے لوگ زیادہ تر جنوب مشرق کے علاقوں میں جیسے کہ چین، جنوب ایشاء افریقہ اور عرب دنیا کے بہت سے علاقوں میں بود و باش کرتے ہیں، پاکستان، کویت، یمن اور لبنان میں شیعہ اور سنی دونوں فرقے موجود ہیں جبکہ ہندوستان کے کئی مسلم علاقوں میں بھی شیعہ اور سنی مسلمان بستے ہیں، اُمتِ مسلمہ چار اماموں یعنی امام مالک، امام شافعی، امام ابوحنیفہ اور امام احمد بن حنبل جیسے علمائے دین کے لکھے ہوئے احادیث یا فقہ شریعت اسلامیات کو مستند مانتے ہیں اور سارے مسلم دنیا میں حنفی، مالکی، حنبلی وغیرہ ناموں کے تحت انکے پیروکار بھی موجود ہیں۔

حضورِ پُرنور نے یہ پیشگوئی پہلے ہی کی تھی کہ میرے بعد امت مسلمہ کئی فرقوں میں منقسم ہو جائیگی، لیکن ایک بات ہے کہ اسلام کے بنیادی ستون یا ارکان میں کسی بھی فرقے نے کوئی تبدیلی نہیں لائی ہے، یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ فرقہ بندیوں کو یکطرف چھوڑ کر مشرق کا مسلمان مغرب کے مسلمان کا بھائی تصور کیا جاتا ہے اور ایک مسلمان کا دُکھ یا درد سب مسلمانوں کو بانٹنا لازم ہے اور بانٹنا ہی چاہئے، کیونکہ سارے فرقے ایک خدا تعلی کو لا شریک تصور کرتے ہیں، یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، جزاء و سزاء کے قائل ہیں، ملائیکہ کے وجود کو مانتے ہیں، قرآن حکیم کو مقدس آسمانی کتاب ہونے کا اعتماد رکھتے ہیں، اور محمدؐ کو پیغمبر آخر زمان تصور کرتے ہیں۔ سبھی مسلمان خانہ کعبہ کو قبلہ مانتے ہیں اور اُسی کی جانب منہ کر کے نمازیں بھی ادا کرتے ہیں۔ سارے فرقے حج بیت اللہ کی ادائیگی کو دین کے پانچویں رکن کی حیثیت سے تسلیم کرتے ہیں۔ اور استعداد رکھنے والے لوگ یہ فریضہ بھی ادا کرتے ہیں۔ اب چند فروعی معاملات یا چند احادیث پر اختلاف رکھنے کی وجہ سے ہم کسی بھی فرقے کو دین اسلام سے خارج قرار نہیں دے سکتے ہیں۔

چونکہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو آج تک 1437 سال ہجرت کئے ہوئے گزرے ہیں، اس دوران مسلمانوں میں کئی نئے فرقے یا گروپ بھی وجود پا گئے ہیں، لیکن بنیادی اصولوں میں کوئی فرق نہیں آئی ہے، کوئی آمین بالجبر کہے یا بالسر، نماز کے وقت اپنے ہاتھ سینے پر باندھے یا پیٹ پر اس سے مسلمان ہونے میں کوئی چیز مانع نہیں ہے۔ میں نے دوران حج بیت اللہ کئی حاجیوں کو دیکھا ہے کہ وہ ہاتھ بالکل سیدھا اور کھلے چھوڑتے تھے نہ سینے پر ہی رکھتے تھے اور نا ہی پیٹ پر کچھ حاجی آمین بالجبر بھی کہتے تھے اور کچھ حاجی آمین بالسر بھی کہتے تھے۔ یہ معاملات کسی تناؤ یا تنازے کے معاملات نہیں ہونے چاہئیں الحمدللہ دیگر امتوں کی طرح ابھی اسلام کے بنیادی ارکان دین میں کوئی تبدیلی، تخریف یا تخفیف نہیں آئی ہے۔

بہر حال اب محرم الحرام کا مہینہ شروع ہوگیا ہے اسلامی کلنڈر کے تحت یہ مہینہ نئے سال کے آغاز کا مہینہ ہوتا ہے، بہت ہی بابرکت والا مہینہ ہے، یہی وہ مہینہ ہے جس میں شہید اعظم حضرت امام حُسین رضی اللہ تعالی عنہ اور اسکے رفقاء نے حق و انصاف اور دین اسلام کی سربلندی کیلئے شہادت عظیم پائی ہے یزید پلید کی طرف سے انکے اہل بیتؑ کو قید کر دیا گیا تھا اور اُن پر مختلف قسم کی سختیاں اور زیادتیاں بھی کیں تھیں۔ اُس یاد کو تازہ کرنا اور عزاداری اختیار کرنا سارے مسلمانوں کا حق بنتا ہے، آخر حضرت امام حُسین رضی اللہ تعالی عنہ اہل بیت رسول اللہؐ اور انکے نواسے تھے، شہادت حُسین رضی اللہ عنہ نے ہمیں ایک درس دیا ہے یعنی ایک مسلمان کو حق و انصاف کی سربلندی کیلئے اپنے جان کی شہادت دینے سے بھی گریز نہیں کرنا چاہئے اور باطل کے سامنے ہرگز نہ جھکنا چاہئے، چونکہ اس دنیا میں اولین آفرینش آدم سے ہی حق و باطل کے درمیان ٹکراؤ یا کشمکش رہی ہے، لیکن تواریخ گواہ ہے کہ مختلف ادوار میں بھی ہمیشہ حق کی سربلندی ہی رہی ہے۔

اس وقت شیعہ فرقے سے تعلق رکھنے والے مسلمان جہاں کہیں بھی آباد ہیں (عزاداری) کے طور پر شہدائے امام حُسین اور انکے رفقاء کی شہادت کی یاد تازہ کرنے کیلئے جلسوں اور جلوسوں کا انعقاد بھی کرتے ہیں، نوجوان طبقہ سینہ کوبی بھی کرتے ہیں، اس لئے میں فرقہ سُنی حضرات سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ گروہی تصادم کو کسی بھی صورت میں ہوا نہ دیں، بلکہ آپس میں اتحاد و اتفاق قایم رکھیں، خود کو ایک مسلمان کہنے والے کو قرآن حکیم میں درج یہ آیت یاد کرنی چاہئے جسمیں اللہ تعالی فرماتا ہے کہ: میں زمین پر فساد برپا کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ہوں،: مجھے امید ہے کہ اس برصغیر میں شیعہ و سنی حضرات آپس میں برادری، مروت، اور اتحاد و اتفاق کو لائحہ عمل کے طور پر اپنانے کی کوشش کرینگے۔ تا کہ علامہ اقبال کا یہ شعر کہ: ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کیلئے: شرمندہ تعبیر ہو جائے۔

سچا مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھوں سے کسی بھی جاندار کو کوئی ایزاء نہ پہنچے، ایک سچے مسلمان کو امن اور امانت داری کی نشانی کے طور پر اپنی زندگی گزارنی چاہئے تشدد کرنا یا تشدد کو ہوا دینا مسلمان کا شیوہ نہیں ہے، ہمیں اپنے اندر ایسے اخلاق حسنہ پیدا کرنے چاہئیں جن کو دیکھ کر دیگر ادیان کے لوگ رشک کریں۔ (بشکریہ نیوز نور)

شعور کربلا سے پیغام کربلا تک

پیر سید اشفاق بخاری

یا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً» فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَ ادْخُلِي جَنَّتِي» فجر/۳۰-۲۷.

ترجمہ: اے اطمینان پا جانے والے نفس تو اپنے رب کی طرف اس حال میں لوٹ آ کہ تو اس رضا کا طالب بھی ہو اور اس کی رضا کا مطلوب بھی۔

ترجمہ عرفان القرآن

حدیث مبارک: حضرت علی علیہ السلام روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسنؑ سینہ سے سر مبارک تک رسول اللہ کی کامل شبیہ تھے اور حضرت حسینؑ سینہ سے نیچے تک حضورؐ کی کامل شبیہ تھے۔

أخرجہ الترمذی فی السنن کتاب المناقب، باب 5794 مناقب حسن

ارقم الاحدیث 1714 جلد دوم مترجم المسند ارقم 774

ابن حبان فی الصحیح ارقم 6974، والطیالسی فی المسند ارقم 130

ایک سینہ تک مشابہ اک وہاں سے پاوں تک
حسن سبطین ان کے جاموں میں ہے نمایاں نور کا
(احمد رضا قادری بریلوی)

61ھ کی ابتداء میں ملوکیت کی طرف قدم بڑھایا جا چکا تھا اور یہی ملوکیت وجہ نزاع بنی اور اصولوں کی پاسداری اور اسلامی عمارات کے شہروں کے بنیادی حقوق کی خاطر نواسہ رسولؐ حضرت امام حسینؑ کو کربلا کے میدان میں حق کا پرچم بلند کرتے ہوئے اپنے اور اپنے جانثاروں کی جانوں کی قربانی دینا پڑی۔ انہوں نے ثابت کر دیا کہ اہل حق کٹ سکتے ہیں لیکن کسی یزید کے دست پلید پر بیعت کر کے باطل کے سامنے گھٹنے ٹیکنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ وہ لوگ نیزوں پر سروں کا چڑھنا برداشت کرینگے۔ ان کے بے نمود و کفن لاشوں پہ گھوڑے دوڑائے جا سکتے ہیں لیکن انہیں باطل کے ساتھ سمجھوتہ کرنے پر آمادہ نہیں کیا جا سکتا۔ یہی لوگ تاریخ کے چہرے کی تابندگی کہلاتے ہیں اور محکوم و مظلوم اقوام کی جدوجہد آزادی اپنی نابغان عصر کے عظیم کارناموں کی روشنی کو جاری رکھتے ہیں۔

شہادت امام عالیمقام مولا حسینؑ کے بعد کائنات انسانی دو کردار میں تقسیم ہو گئے۔ یزیدیت جو بدبختی، ظلم، استحصال، جبر، تفرقہ پروری، قتل و غارت گری اور خون آشامی کا استعارہ بن گئی اور حسینیت جو عدل، امن، وفا اور تحفظ دین مصطفےٰؐ کی علامت ٹھہری، قیامت تک حسینؑ بھی زندہ رہیں گے اور حسینیت کے پرچم بھی قیامت تک لہراتے رہیں گے۔ یزید قیامت تک کیلئے مردہ ہے اور یزیدیت بھی قیامت تک کیلئے نابود و نامراد ہے۔ حسینؑ کی مقدس روح ریگزار کربلا سے پکار رہی ہیں۔ آج سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کی روح اجڑے ہوئے خیموں سے ہمیں صدا دے رہی ہے۔ آج علی اکبرؑ اور علی اصغرؑ کے خون کا ایک ایک قطرہ۔ دریائے فرات کا شہدائے کربلا کے خون سے رنگین ہونے والا کنارہ ہمیں آواز دے رہا ہے کہ حسینؑ سے محبت کرنے والوں! حسینیت کے کردار کو اپنے قول و عمل میں زندہ کرو۔ ہر دور کے یزید کو پہچانو اور یزیدیت کو جان لو۔ یزیدیت تمہیں توڑنے اور تمہارے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کیلئے سرگرم عمل ہیں۔ حسینیت تمہیں جوڑنے کیلئے ہیں۔ حسینیت تمہیں اخوت و محبت اور وفا کی صدائیں دے رہا ہے۔ یزیدیت اسلام کی قدریں مٹانے کا نام ہے اور حسینیت اسلام کی دیواروں کو پھر سے اٹھانے کا نام ہے۔ یزیدیت جہالت اور حسینیت علم کا نام ہے۔ یزید ظلم و دہشگردی اور حسین علیہ السلام امن و محبت کا نام ہے۔ یزید لعین اندھیرے کی علامت اور حسین علیہ السلام روشنی کا استعادہ ہے۔ یزیدیت پستی اور ذلت کا نام جبکہ حسینیت انسانیت کی نفع بخشی کا نام ہے۔

آج محرم الحرام کے پیش نظر سب مل کر یزیدیت کیخلاف ایک عہد کریں اور وقت کے یزیدوں کیخلاف اٹھ کھڑے ہو جائیں۔ دلوں کی سلطنت حسینی کردار کے ساتھ آباد کریں۔ مسلمانو! حسینی مشن کے چراغ جلانے اور حضورؐ کے عظیم صحابہ کے نقش قدم کو اجاگر کرنے کیلئے ہاتھ میں ہاتھ دیکر ایک ہو جاو۔ یہی وقت کی آواز ہیں کہ شیعہ سنی اکھٹے ہو کر عالمی کفر (نظام طاغوت) کیخلاف ایک ہو جائیں۔ اپنی اندر کی نفرتوں کو مٹادو، کدورتوں کو ختم کر دو، اب ہمیں بستی بستی، گلی گلی، نگر نگر، کریا کریا، محبتوں کے چراغ جلانے ہونگے۔ مدینہ سے کربلا تک کے سفر میں قربانیوں کی ان گنت داستانیں لکھی ہوئی ہیں۔ ان داستانوں کا اپنا شعار بنالو، شعور کربلا کو ہر سطح پر زندہ کرو، تاریخ کربلا ایک واقعہ نہیں ایک تحریک ہے۔ شیعہ سنی بھائی بھائی ہیں۔ انہیں بھائی بنا کر اسلام کی سربلندی کیلئے اور قوموں کی برادری میں اپنے کھوئے ہوئے مقام کیلئے ایک ساتھ جدوجہد کرنا ہوگی۔ دشمنان اسلام مسلمانوں کے اسی اتحاد سے خائف ہیں۔ اپنے قول و عمل سے انہیں بتا دو کہ ہم ایک ہیں۔ ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے جیسی اخوت اسلامی کا مظاہرہ کرو۔ عالمی سامراج ہمیں فرقہ واریت میں الجھا کر ہمیں علم کی روشنی سے محروم رکھنا چاہتا ہیں۔ نفرتوں اور کدورتوں کے بت پاش پاش کر دو۔ تاریخ کا رخ بدل دو، عالم طاغوت و سامراجیت کیخلاف سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جاو اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو کہ یہی شعور کربلا ہے۔ یہی پیغام کربلا ہے۔ اس پیغام کو خوشبو کا پرچم لیکر نکلو کہ منزلیں تمہارے قدم چومنے کیلئے بے تاب ہیں۔

قتل حسینؑ اصل میں مرگ یزید ہیں
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

(مقالہ نگار وادی کشمیر کے نوجوان عالم دین اور تحریک کاروان اسلامی جموں و کشمیر کے چیرمین ہیں)

محرم ایک عظیم سرمایہ

محرم ایک عظیم سرمایہ جس سے خداوند عالم نے اپنے بندوں کے حوالے کیا ہے تاکہ اس سے استغفادہ کر کے انسان ہمیشہ اچھے اور بُرے کی تمیز کرنے کے ساتھ ساتھ حادثات زمانہ کے دوران وہ فتنوں کے سینوں کو چاک کر کے انھیں ناکام بنا سکے اور وہ ان فتنوں کے ہولناک گرداب میں غرق ہونے سے بچ جائے۔ سرکار سید شہداء امام حسینؑ کے بارے میں رسول اکرم حضرت محمد مصطفیٰؐ کی یہ معروف حدیث جس میں آپؐ نے فرمایا کہ "**ان الحسینؑ مصباح الهدی وسفینة النجاة**"۔ فقط امام حسینؑ کی تعریف و تمجید نہیں ہے بلکہ سرکار دو عالم نے یہ حدیث اس لئے ارشاد فرمائی تھی کہ سب کو قیامت تک کے لئے یہ معلوم ہونا چاہئے کہ امام حسینؑ راہ ہدایت کے مشعل فروزاں ہیں اور سب لوگ ان کی اتباع و پیروی کرے۔ دین خدا کی نصرت کریں تاکہ گمراہی اور ضلالت کے گڑھوں میں گرنے سے خود کو بچا سکیں۔ پیغمبر اسلامؐ کے پیش نظر جو چیزیں تھی وہ یہ کہ محرم اور تحریک عاشورا سے زندگی گزارنے کا درس حاصل کرو اور اس طرح سے امام حسینؑ کے مقصد کو آگے بڑھاؤ تاکہ درس کربلا انسانی معاشرے کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں عملی شکل اختیار کر سکے اور پھر اس طرح معنوی میں ہم امام حسینؑ کے پیرو اور ان کے عزادار کہلائیں۔

کیا جلوہ کربلا میں دکھایا حسینؑ نے
سجدہ میں جاکے سر کو کٹایا حسینؑ نے
نیزہ پہ سر تھا اور زبان پر تھی آیتیں
قرآن اس طرح سنایا حسینؑ نے
نانا کے دین پر ہر چیز وار دی
کچھ بھی نہ اپنے پاس بچایا حسینؑ نے
کیوں نہ محمدؐ کو اپنے نواسے پہ ناز ہو
ہر قول مصطفی کا نبھایا حسینؑ نے

از قلم عباس افضل حجام
حبک ٹینگو سلمانی محلہ کشمیر

این حسینؑ کیست کہ عالم ہمہ دیوانہ اوست

امام حسینؑ عالمِ امن کے پاسبان

از قلم: وسیم رضا

محرم الحرام کا مقدس اور انقلاب آفرین مہینہ امت مسلمہ پر سایہ فگن ہے۔ اس مقدس مہینے میں نواسہ رسول مختار ﷺ حضرت امام حسینؑ نے اسلام کی بقا کیلئے اپنی اور اپنے رفقاء کی جانیں نچھاور کیں۔ یزید پلید نے اسلام کے نام پر بسیار بدعات قبیحہ اور رسومات بد کو جاری کیا تھا، امام عالی مقامؑ نے قیام کر کے یزید کو للکارا، اس کی بیعت سے صاف انکار کیا۔ اور یزیدی فکر و نظریہ اسلام کے خلاف قیام کر کے حقیقی اسلام کے خدوخال کو واضح کیا۔

حضرت امام حسینؑ ہر مرحلے پر یزیدی فوج سے مخاطب ہو کر رجز پڑھتے ہوئے انہیں باطل کی حمایت کرنے سے باز آنے اور حق کی طرف واپس آنے کی دعوت دیتے ہیں۔ آپؑ کے امر بالمعروف کا ہی نتیجہ تھا کہ حضرت حرؑ، جس نے چند روز پہلے ہی امامؑ کا راستہ روکا تھا، عاشور کی صبح امام عالی مقامؑ کے خیمے میں داخل ہو کر ابدی سعادت سے سرفراز ہو جاتا ہے۔ حضرت حرؑ نتائج سے بخوبی واقف ہونے کے باوجود یزیدی فوج کو خیر باد کہتا ہے جہاں اسے افسری بھی حاصل تھی اور دیگر آرام و آسائش کی تمام تر سہولیات بھی، پانی و دیگر خورد و نوش کی فراوانی بھی تھی جب کہ خیمہ امامؑ میں تمام تر سختیاں تھیں یہاں تک کہ پانی کا ایک قطرہ بھی میسر نہیں تھا۔ جب کہ دوسری طرف حضرت امام حسینؑ شب عاشورا اپنے گنے چنے ساتھیوں سے فرماتے ہیں کہ شمع بجھاؤ اور آپ میں سے جو جانا چاہتا ہے وہ جا سکتا ہے، لیکن ایک جاں نثار کھڑا ہوا اور کہا کہ اے مولا! اگر مجھے ستر بار مارا جائے گا تب بھی آپ کو نہیں چھوڑ سکتا۔ یزیدی فوج دنیا کی لالچ سے اس قدر اندھے تھے کہ حق و باطل میں فرق کرنے سے قاصر تھے، جبکہ امامؑ کے جانباز ساتھیوں پر حق و صداقت کی راہیں روشن ہوئی تھیں۔ اس طرح یہ بات روشن ہو جاتی ہے کہ امامؑ کی اطاعت و صحبت میں رہ کر حقیقی اسلامی و انسانی اقدار کی راہیں منور ہو جاتی ہیں، دنیائی جاہ و حشمت، ٹھاٹ بھاٹ، اور شان و شوکت کی قدر و قیمت نہیں ہوتی، اسلامی اقدار کو ہر چیز پر ترجیح دی جاتی ہے یہاں تک کہ ان اقدار کے تحفظ کیلئے جاں قربان کرنے سے گریز نہیں کیا جاتا۔ جب کہ یزید یا یزید جیسے قائدوں کی سربراہی میں حصول دنیا کیلئے تمام انسانی و اخلاقی اقدار کو قربان کیا جاتا ہے، دینار کیلئے دین کو قربان کیا جاتا ہے۔

حضرت امام حسینؑ کی تحریک کا جو اہم پیغام ہے وہ یہ کہ حق و صداقت کی راہ پر قائم و دائم رہنے کیلئے حقیقی رہبر کا انتخاب لازمی ہے۔ ایک حقیقی راہنما کی پیروی ہی ابدی سعادت کی ضامن ہے۔ اور ایک حقیقی لیڈر ہی انقلاب برپا کر سکتا ہے۔ بقول علامہ اقبالؒ:

در نوائے زندگی سوز از حسینؑ
اہل حق حریت آموز از حسینؑ

(مقالہ نگار جامعۃ المصطفیٰؐ العالمیہ ایران میں زیر تعلیم اور ولایت ٹائمز کے مدیر اعلیٰ ہیں)

لھو پکارتا ھے

اس کرۂ ارض پر حسین گلگلوں مہکتے ماحول اور شادابیت کو تاریخ انسانی کے ہر دور میں ظلم اور جبر استبداء کی ظلمت سے تخریبیت بکھیرنے کیلئے نمرود و فرعون آتے رہیں۔ تاریخ کے مستند ابواب میں آج بھی ظلم و بربریت، درندگی اور وحشت کی ان گنت داستانیں رقم ہیں۔ انسانی سروں سے بڑے بڑے محلات تعمیر کر کے نفسانی خواہشات اور ہوس پرستی کے سیاہ کردار پوری قوت اور شدت کیساتھ ہر دور میں متحرک تھیں اور صبح قیامت رہیں گے۔ دولت کا جنون ہوس کا نشہ ہر دور میں مسند اقتدار پر براجمان کے نفس نفس میں پیوستہ رہا ہے۔

یہی وجہ ہے تمام تر اسباق و دروس الانسانی، روشن حقایق، سائنسی فنی اور علمی ارتقاء کے باوجود ہمارا نام نہاد جمہوریہ یا اسلامی معاشرہ حیوانی گہری فکر میں ڈوب گیا ہے۔ رشد و ہدایت اور توسیع پسندی کے پیمانے بدل گئے ہیں۔ ہوس نفس پرستی جعلسازی، عیاشی اب خوشنما اور دلپسند عنوانات حاصل کر گئی ہیں۔ آج کا انسان ہوس ریاکاری، خود پرستی اور چنگیزیت کے دلدل میں پھنس کر جسمانی و معاشی غلام بن گیا ہے۔

سیاسی سوداگری نے حاکم و محکوم ہر دو طبقے کو جلادیت کے بھیانک تصور میں مبتلا کر دیا ہے۔ اس کشمکش کے ماحول میں آج انسان انسانیت کے روشن اور بنیادی اصولوں کو بھول گیا۔ شرم کی جگہ بے شرمی، حلال پر حرام، نیکی پر بدی، اچھائی پر برائی، سچائی پر فریبی و مکاری اپنی جدید شبابیت کیساتھ نوع انسانی کی بے چینی بن کر ماتھے پر شکن کی غمازی ہے۔

تمام تر اختیارات اپنی قبضہ قدرت میں سمجھنے والا انسان اتنا خوگر ہو چکا ہے کہ وہ حقیقت انسانیت کے پند و نصائح کو بے کار سمجھنے لگا۔ اس کے دل سے خشیت اور محبت رخصت ہوگئی۔ جس دور کے کٹھن اعلام و مصائب کی مسافت سے گذرتی بھی سرمو حکم ربی سے انحراف نہیں برتا تھا وہ دور آج متاع فضول نظر آرہا ہے اس کے اندر کا انسان اور نظام انسانی اتنا تاریک ہو چکا ہے جس میں روشنی کا انتہائی فقدان ہے۔

اس کارخانہ خدا یعنی نوع انسانی کے رشد و ہدایت کیلئے نبوت کے بعد امامت اور ولایت کا سلسلہ جاری رہا۔ اسلئے آقائے مدنی مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے اولاد و اصحاب کے مقدس خون سے روشن چراغوں کا انسانیت کی تاریکی ختم کرنے انسانیت کو بقاء کرنے میں کلیدی عمل دخل ہے۔ طائف سے لیکر کربلا یا آج تک مٹتی ہوئی قدروں، ازلی حلاکتوں، ابدی لذتوں کا تحفظ محض ان ہی کاوشوں اور قربانیوں کا نتیجہ ہے۔

آج ماہ محرم الحرام کے مقدس مہینے کی جہاں محرم کے اپنے ان گنت فضائل ہیں۔ وہی ماہ مبارک میں وہ واقع رونما ہوا جس نے ارتقاء انسانیت میں نئے سرے سے بالیدگی اور پاکیزگی کی روح پھونک دی۔ جس سے نہ صرف اطور اسلام بلکہ ساری انسانیت زوال یافتہ تہذیب، ثقافت، سیاست کو جذبہ و وحدت و رضا کا ہمہ گیر عنصر حیاتی بخشا جو آج بھی اقوام بقا کی اصل ہے۔ غرض امام عالی مقام حضرت حسینؑ نے خون مقدس سے افق اعلیٰ پر جذبہ اسلام و فکر کا نیا عہد نامہ رقم کیا۔ جس سے مسخ شدہ انسانی اور اسلامی صورت محفوظ ہوگئی۔

رمز قرآن از حسینؑ آموختیم
ز آتش او شعلہ با اندوختیم

☆☆☆☆☆☆

مولانا غلام رسول حامی (امیر کاروان اسلامی جموں وکشمیر)

امام حسینؓ اور شہدائے کربلا کا قیام
تمام مظلومین کیلئے کامیابی کا نسخہ

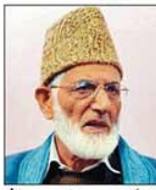

امام حسینؓ نے دنیا بھر کے مظلومین کے لیے اپنے خون کا نذرانہ پیش کر کے یہ پیغام دیا ہے کہ اللہ کے بندوں کو انسانوں کی غلامی سے نجات دینے کے لیے جان کی قربانی پیش کرنے سے بھی گریز نہیں کرنا چاہیے۔ اُمت مسلمہ کے نوجوان قرآن اور حدیث کے اصل روح کو سمجھ لیں۔ ریاست نوجوانوں اُردو زبان سے پوری واقفیت رکھیں کیونکہ برصغیر میں اسلامی لٹریچر کا ایک بڑا ذخیرہ اسی زبان میں موجود ہے۔ نوجوانوں کو اپنی تہذیب، ثقافت اور تاریخ سے باخبر رہتے ہوئے دیگر زبانوں اور علوم سے بھی پوری طرح مستفید ہونے کے لیے اعلیٰ تعلیم حاصل کر لینی چاہیے۔ امام حسینؓ نے ملوکیت کے خلاف مزاحمت اور خلافت کے قیام کے لیے کربلا کے تپتے ہوئے ریگستان میں اپنے گرم گرم لہو سے دین کے روح کو زندہ رکھنے کا عنوان رقم کرلیا ہے۔ انسانوں کو صرف اپنے خالق حقیقی یعنی اللہ کی بندگی کے سوا کسی انسان کی بندگی کرنے کو قبول نہیں کرنا چاہیے، یہی اسلام کا آفاقی پیغام بھی ہے۔ امام حسینؓ نے غلامانہ زندگی کو قبول نہیں کیا ہے، وہ حق اور باطل سے بخوبی آشنا تھے۔ وہ برسرِ جنگ نہ تھے، البتہ اُن پر ایک جنگ مسلط کی گئی جس میں وہ اپنی شہادت سے سرخرو نکلے اور رہتی دنیا تک تمام مظلومین کے لیے ایک نمونہ صبر و ثبات اور طریقہ مزاحمت کو قائم کرنے کا نمونہ بن گئے، جس میں کسی فاجر، ظالم اور جابر حکمرانوں کے سامنے زندگی کی بھیک مانگنے سے اجتناب اور جامِ شہادت نوش کرنا مردانِ حُر کا شیوہ قرار دیا۔

چیرمین حریت کانفرنس (گ) سید علی شاہ گیلانی (کشمیر)

ماہ محرم ظلم و باطل کے خاتمے اور دین و شریعت کی بالادستی کیلئے تجدید عہد کا مہینہ

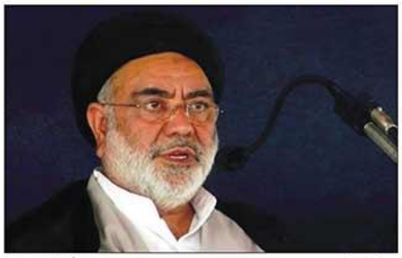

جموں کشمیر انجمن شرعی شیعیان کے سربراہ اور سینئر حریت رہنما حجۃ الاسلام والمسلمین آغا سید حسن الموسوی الصفوی نے ماہ محرم کے آغاز پر اپنے پیغام میں نواسہ رسول حضرت امام حسینؑ اور ان کے ہم مشن جانبازوں کی عظیم شہادتوں کو عالم بشریت کا سرمایہ قرار دیتے ہوئے سوگوار ان شہدائے کربلا کو ہدیہ تعزیت پیش کی۔ ماہ محرم الحرام عالم انسانیت کو امام عالی مقام کے کربلائی مشن اور معرکہ کربلا کے فکر و پیغام کی طرف متوجہ کرتا ہے جہاں راہ حق کے ان مسافروں نے اپنی بے پناہ مزاحمت اور استقامت سے عزیمت کی ایسی تاریخ رقم کی جس کی مثال نہ دنیا پہلے پیش کر سکی تھی اور نہ رہتی دنیا تک پیش کر سکے گی۔ اسلام کی بقاء دائمی کیلئے امام حسینؑ کا اقدام انتہائی ناگزیر بن چکا تھا اور اگر امام عالیمقام یزید کے اسلام اور انسانیت دشمن عزائم کے خلاف مزاحم نہ ہوتے تو کرہ ارض پر اسلام اور شریعت اسلامی اپنی حقیقی شکل میں موجود نہ ہوتی۔ ملت اسلامیہ کیلئے خلافت اور ملوکیت میں تفریق کرنا انتہائی مشکل بلکہ ناممکن ہوتا۔ اس طرح امام عالیمقام نے دین و ملت پر ایسا احسان فرمایا جس کو قیامت تک فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ معرکہ کربلا کے اسباب اور علت کے تناظر میں ماہ محرم الحرام ظلم و باطل کے خاتمے اور دین و شریعت کی بالادستی کیلئے تجدید عہد کا مہینہ ہے، بالخصوص ایسے حالات میں جب شرعی معاملات میں حکومتی مداخلت کے رجحانات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ موصوف عالم دین نے اسلامیان جموں وکشمیر سے ماہ محرم الحرام کے دوران اخوت اسلامی کا بھرپور مظاہرہ کرنے کی اپیل کرتے ہوئے مفاد خصوصی رکھنے والے عناصر کی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھنے کی ضرورت پر زور دیا۔ دنیا کی ہر قوم بلالحاظ مذہب و ملت شہدائے کربلا کے عزم و استقامت اور جرائت و شجاعت کی قائل ہے۔ انہوں نے مسلمانان کشمیر سے اپیل کی کہ وہ محرم جلوسوں میں شرکت کر کے اتحاد و یکجہتی کا مظاہرہ کرنے کے ساتھ ساتھ اتحاد ملی کی دشمن قوتوں کو واضح پیغام دے۔

کربلا ھمیں ظالم اور جابر قوتوں کے خلاف نبرد آزمائی کا حوصلہ عطا کرتا ھے

جموں وکشمیر اتحاد المسلمین کے سرپرست اعلیٰ اور کل جماعتی کے سابق چیرمین حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا محمد عباس انصاری نے محرم الحرام کے حوالے سے اپنے ایک ایک پیغام میں مسلمانان کشمیر پر زور دیا ہے کہ وہ آپسی اتحاد اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے ماحول کو برقرار رکھنے کیلئے اپنا مثبت کردار ادا کریں۔

''ولایت ٹائمز'' کو موصولہ پیغام کے مطابق مولانا انصاری نے کہا کہ حضرت امام حسینؑ اور ان کے اصحاب باوفا نے کربلا کے تپتے صحرا میں اللہ کی راہ میں اپنی قیمتی جانوں کو نذرانہ پیش کر کے قیامت تک آنے والی نسلوں کیلئے یہ ابدی اور لازوال پیغام دیا کہ جب بھی کبر و نخوت اور بدی اور ظلم کی حامل قوتیں اسلام اور انسانیت کے آفاقی اور انسان ساز پیغام کو پامال کرنے کیلئے سر اٹھائیں تو ان قوتوں کے خلاف حق پرستوں کا قیام ناگزیر بن جاتا ہے۔ کربلا ہمیں ظالم اور جابر قوتوں کے خلاف نبرد آزمائی کا حوصلہ عطا کرتا ہے اور آج جب کہ انسانیت ہر طرف کراہ رہی ہے اور دنیا کے مختلف خطوں میں کمزور اور دبے کچلے انسانوں پر ظالم اور جابر قوتیں قہر برسا رہی ہیں تو ایسے حالات میں صرف حضرت امام حسینؑ کی انقلاب انگیز ذات مقدسہ کو رہنما بنا کر ان قوتوں کے خلاف قیام کیا جاسکتا ہے۔ موصوف عالم دین نے کہا کہ کشمیری عوام بھی اپنی تحریک مزاحمت کے حوالے سے ایک نازک اور کٹھن دور سے گزر رہے ہیں اور جہاں ایک طرف ہماری سیاسی آزادی کو طاقت کے بل پر سلب کر لیا گیا ہے وہیں ہماری مذہبی آزادی وقت کے حکمرانوں کی چیرہ دستیوں کی شکار ہیں۔

انہوں نے کہا کہ محرم الحرام کے 8 اور 10 محرم اور عید میلاد النبی ﷺ کے جلوسوں پر گزشتہ 28 سال سے لگاتار پابندی جاری ہے اور بار بار کے صدائے احتجاج بلند کرنے کے باوجود وقت کے حکمران ان جلوسوں پر سے پابندی ہٹانے میں لیت و لعل سے کام لے رہے ہیں اور محض امن و قانون کا بہانہ بنا کر ان پابندیوں کو بلاوجہ طول دیا جا رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ان تاریخی جلوسوں پر پابندی ہماری مذہبی آزادی کا گلا گھونٹنے کے مترادف ہے اور وقت آگیا ہے کہ مسلمانان کشمیر سرکاری سطح پر روا رکھی جا رہی ان زیادتیوں کے خلاف پرامن احتجاج بلند کریں۔ محرم الحرام کے ایام میں ملی یگانگت آپسی بھائی چارہ، اتحاد بین المسلمین اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کا مظاہرہ حالات کا ناگزیر تقاضا ہے اور ہماری کوشش ہونی چاہئے کہ ہم ہر ایسے عمل سے گریز کریں جس سے اتحاد اسلامی کی روح متاثر ہوتی ہو۔

سامان سفر جو فرزند رسولؐ، سیدنا امام حسینؑ
شاہ و شہنشاہِ حجاز، شاہِ دنیا و آخرت نے اپنے ساتھ لیا

تحریر: الحاج محمد شفیع تبریزی
بابا پورجبہ کدل سرینگر کشمیر

بسم الله الرحمٰن الرحیم

اَلْحَسَنُ وَ اَلْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ

حضرت حسن اور حضرت حُسین علیہم السلام جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔
(سنن الترمذی، (الجامع الصحیح، حدیث نمبر ۳۷۶۸ ص ۱۴۲۲)

اب ہم اس سامان سفر کا ذکر کرتے ہیں جو فرزند رسول صلی اللہ علیہ وسلم، شاہ و شہنشاہِ حجاز، شاہِ دنیا و آخرت نے اپنے ساتھ لیا۔ یہ ایک طویل سفر تھا، اپنا پورا کنبہ اور بنی ہاشم کا اکثر خاندان ہمراہ تھا۔ ہر قسم کی ضروریات زندگی اور اسباب معیشت ساتھ لیے تاکہ راستے میں کسی منزل و مقام پر غیروں کی احتیاج نہ رہے:

گو آپ کی زندگی سادہ تھی، لیکن مفلس و غریب نہ تھے۔ امیروں کے امیر اور شاہوں کے شاہ تھے۔ ان کی خیرات کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا تھا اور محتاجوں کی ضرورتیں پوری ہوتی رہتیں۔ درہم و دینار کی تقسیم کے علاوہ غلے، کپڑے اور مویشی ریوڑوں کی صورت میں سائلین کو دیے جاتے۔

حضرت امام حسن علیہ السلام کی امیری تو مشہور رہی ہے۔ آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کے بھائی تھے اور دونوں ہی امیر تھے۔ آخر اس قدر خیرات، اتنی سخاوت اور اتنی بخشش اپنے ذاتی مال سے ہی کرتے تھے۔ غیروں کے اموال سے تو خیرات نہیں کی جاتی۔ بے شک بہت بڑے امیر تھے اور اتنا بڑا امیر جب ایک طولانی سفر اختیار کر لے تو کیا کچھ ساتھ نہ لیا ہوگا؟

میرے اور آپ کے مولاؑ نے بہت سامان ساتھ لیا تھا۔ ہم سنتے ہیں کہ مولاؑ کا کمر بند اتنا قیمتی تھا کہ جس کے حصول کے لیے جمال ملعون نے لختِ دلِ بتولؑ کے بازو قلم کیے جن کا کمر بند اتنا قیمتی ہو، باقی سامان ان کا کس قدر عالی شان اور کثیر ہوگا؟ (قارئین حضرات انشاء اللہ کمر بند پر کسی دن الگ موضوع لکھوں گا)

حضرت امام حسین علیہ السلام نے مدینے سے کوچ کا ارادہ کیا تو ان کے پاس ان کی اولاد، ازواج، بھائی، بہنیں، ان کے قریبی عزیز، ان کے بھتیجے، بھتیجیاں، غلام، کنیزیں اور خاندانِ بنی ہاشم کے بہت سے افراد اکٹھے ہوئے جن کی تعداد تمام زن و مرد، صغیر و کبیر ملا کر یک سو سے زیادہ بنتی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو مولاؑ کے ساتھ مدینے سے مکہ اور مکہ سے عراق گئے۔

جب تیاری کا وقت آیا تو مولاؑ نے حکم دیا کہ کثیر تعداد میں گھوڑے زینوں سمیت حاضر کیے جائیں اور اسی طرح کثیر تعداد میں اونٹنیاں بھی۔ جب یہ پیش کیے گئے تو فرمایا کہ ستر ناقے مخصوص کیے جائیں۔ خیموں کا سامان اٹھانے کے لئے بہت سی اونٹنیوں پر خیمے لادے گئے اور کئی اونٹوں پر کھانے پکانے کے چھوٹے بڑے برتن اور خوراک کا سامان وغیرہ وغیرہ اور کئی اونٹ مخصوص کیے گئے تھے پانی بھری ہوئی مشکوں کے لیے، کیونکہ عرب و عراق کی زمین کا بہت بڑا حصہ بے آب و گیاہ ہے۔ سینکڑوں میلوں میں پانی کا نشان نہیں ملتا۔

امام مظلومؑ کے ساتھ کافی تعداد مستورات و اطفال کی تھی۔ گرمی کا موسم تھا۔ لعل زہراؑ و نبیؐ کا نواسے نے پانی کا سامان مکمل کر رکھا تھا۔ کئی اونٹوں پر اخراجات کے لیے درہم و دینار، زیورات، پارچات، پوشاکیں، یمنی چادریں، خوشبوئیں اور عام کپڑے لادے گئے۔

بہت سی اونٹنیاں، بنی ہاشم کی مستورات، خورد سال بچوں اور ان کی کنیزوں کے لیے مخصوص تھیں۔ باقی اونٹوں پر دوسرا عام سامان جس کی سفر میں عموماً ضرورت ہوتی ہے، علاوہ مذکورہ سامان کے رکھا گیا تھا۔

جب یہ اشیاء جمع ہو گئیں تو اپنے لیے ایک خاص گھوڑا پیش کرنے کا حکم دیا۔ اس گھوڑے کا نام مرتجز (ذوالجناح) تھا۔ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص سواری تھی اور حضور پاکؐ کا پیارا ہوا تھا۔ وہ جناب امام حسین علیہ السلام کو اپنے نانا جان کی طرف سے عطا ہوا تھا۔ یہی وہ گھوڑا تھا جس پر روز عاشور سوار ہو کر میدانِ کار زار میں نکلے تھے۔ صفین کی لڑائی میں امیر المومنین علیہ السلام اس پر سوار ہو کر مشغولِ جہاد ہوئے اور کربلا میں اس پر فرزندِ رسولؐ سوار ہو کر فوجِ اشقیا کے سامنے آئے۔

اس کے بعد جدِ امجد کی تلوار منگوائی اور گلے میں حمائل کی۔ اس تلوار کا نام تبار تھا اور رسوب اور غضب بھی کہا جاتا تھا۔ اس تلوار پر یہ شعر نقش تھا:

فِی الْجُبْنِ عَارٌ فِی الْاِقْدام مَکْرُمَۃٌ
وَالْمَرءُ بِالْجُبْنِ لَا یَنْجُوْ مِنَ الْقَدْرِ

"بزدلی میں عار ہے اور قدم بڑھانے میں قدر و عزت ہے اور بزدلی کی وجہ سے قضا و قدر سے بچ نہیں سکتا۔"

جنگِ صفین میں امیر المومنین علیہ السلام کے پاس رہی اور کربلا میں فرزند رسولؐ نے اس کے ساتھ لاثانی جہاد کیا کہ بارہ میل تک میدانِ قتال سپاہِ اشقیاء سے خالی ہو گیا۔ پھر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زرہ لانے کا حکم فرمایا۔ جسے سعدیہ، ذات الفضول اور ذات الوشاح کہا جاتا ہے جو مولائے مظلومؑ کو جدِ امجد سے ورثہ میں ملی تھی۔ یہی زرہ پہن کر امام علیہ السلام روز عاشورہ فوجِ اشقیاء کے پاس آئے اور ان لوگوں کو نصیحت کی اور فرمایا:

کہ میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا یہ وہ زرہ نہیں ہے جو میرے نانا رسولؐ پہنا کرتے تھے؟

ان لوگوں نے کہا:

"ہاں! بے شک!"

اس کے بعد تبرکات میں سے جناب رسول کا پاک عمامہ شریف طلب فرمایا، جس کا نام سحاب تھا۔ یہ عمامہ حضور پاکؐ بدر و حنین کے معرکوں میں سر پر باندھے ہوئے تھے۔ ورثہ امامت و خلافت میں مولائے مظلومؑ کو ملا۔

آخر میں وہ خاص حربہ (بھالہ) جو عکاز (ایک قسم کا عصا) کے مشابہ تھا، اپنے ساتھ لیا۔ اس حربے کا نام عنزہ تھا۔ عموماً اس بھالے کو رسول پاکؐ اپنے ساتھ رکھتے۔ عید کے روز اور سفر میں نماز کے وقت اپنے سامنے گاڑ دیا کرتے۔

امام علیہ السلام بھی روزِ عاشور اسی حربے کو گاڑ کر اس پر تکیہ کرتے۔ لڑتے لڑتے اس کے پاس آ کر سہارا لیتے اور لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ پڑھتے۔

حضراتِ مومنین!

اس ساز و سامان کے ساتھ اور ان تبرکات کے ساتھ شاہِ حجاز مدینہ سے نکلے۔ کتنا بڑا سامان، کتنے مقدس تبرکات، ہم قربان جائیں ہماری لاکھ جانیں رسولؐ زادیوں کی غربت و بیکسی پر!

کہ روزِ عاشورہ بعد عصر یہی سامان امت رسولؐ لوٹ رہی ہے اور نبی زادیاں حسرت سے دیکھ رہی ہیں۔

وہ خیمے جو ستر اونٹوں کا بار تھے، جل رہے ہیں اور بتولؑ کی بیٹیاں نامحرموں سے چھپنے کے لیے کوئی جگہ تلاش کر رہی ہیں۔ خیمے اور قناتیں جل رہی ہیں اور بنو ہاشم کی بچیاں اور بچے ادھر ادھر دوڑ رہے ہیں۔ مائیں کہیں ہیں اور بچے کہیں!

بچوں کے ہاتھوں سے ماؤں کے دامن چھوٹ گئے۔ بیبیاں بے تحاشا جنگل کی طرف نکلیں اور بچے بیقرار ہو کر کہیں بھاگے۔ بچوں کو ماؤں کی خبر نہیں اور ماؤں کو بیٹوں سنبھال نہیں۔......؟؟؟

امت رسولؐ، متاعِ بتولؑ بے دریغ لوٹ رہی ہے۔ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ اس قدر یمنی چادریں ہمراہ تھیں جو کئی اونٹوں پر لدی ہوئی تھیں، مگر وقتِ عصر زہراؑ جائیوں کے سر عریاں اور بال ننگے تھے۔ سر چھپانے کے لیے کوئی چادر نہ مل سکی۔

جس طرح کسی کو موقع ملا، مال، غنیمت سمجھ کر لوٹا، اولادِ رسول کو لوٹا، بناتِ بتولؑ کو لوٹا، نساءِ بنی ہاشم کو لوٹا۔ شب عاشور تک تو سید زادیوں کے وارث و اقرباء بھی موجود تھے اور تبرکات و پوشاکیں بھی موجود تھیں۔ لیکن عصر عاشور کے بعد نہ وارث رہے، نہ اقرباء رہے، نہ گھر والے رہے، نہ گھر رہے۔

اے آسمان!

تو کیوں نہ گر پڑا؟!

اولادِ رسولؐ پیاسی کٹتی رہی، متاعِ بتولؑ بے تحاشا لٹتا رہا اور تو دیکھتا رہا؟

مسلمانو! چادریں، پوشاکیں اور دوسرا سامان تو بے وارث سمجھ کر لوٹ لیا تھا، آخر ذریت رسولؐ تھیں، شریف خاندان کی مستورات تھیں، صاحب عصمت و پردہ دار بیبیاں تھیں، کانوں سے زیورات تو نہ اتارتے، بیکس و بے بس، بے وارث جان کر ظلم و جور کے ساتھ زیور تو نہ اتارتے!، اے زمینِ کربلا! تو کس طرح یہ منظر دیکھتی رہی؟ کہ آگ کے شعلے نکل رہی ہیں، اولادِ رسولؐ کے گھر راکھ بن رہے ہیں:

زہراؑ کی بیبیاں جو کھلے سر نکل پڑیں سب بیبیاں خیام سے باہر نکل پڑیں۔

اِدھر خیمے لوٹے، جلائے، اہل حرم کو ستایا، نبی زادیوں کو لوٹا، ادھر فرزندِ رسول کو لوٹا، فرزندِ رسولؐ کی لاش کو لوٹا، کسی نے زرہ اُتاری، کسی نے پیرہن اتارا، کسی نے عمامہ لیا، کسی نے انگوٹھی اتاری، تبرکاتِ رسولؐ لوٹے، مواریثِ علیؑ و بتولؑ لوٹے، بجائے اس کے کہ بدنِ پاک سے تیروں کی نوکیں نکالتے، بدن میں چبھے ہوئے سنگریزے نکالتے، لاش پر لوٹ مچا دی اور لباس تک اُتار لیا۔

ظالم جمال نے کمر بند کی خاطر رسولؐ و بتولؑ کو بیقرار کر دیا۔ لاشِ پاک کی وہ بے ادبی کی زمین کانپ اٹھی، آسمان لرز اٹھا، رسولؐ قبر مطہرہ میں روئے، علیؑ نے ماتم کیا، بتولؑ نے فریاد کی، امام حسن علیہ السلام نے دہائی دی، اس ملعون نے پہلے دایاں ہاتھ کاٹا، پھر بایاں ہاتھ کاٹا۔ عباسؑ کی زندگی میں دونوں شانے، تیری موت کے بعد تیرے ہاتھ کٹے۔ بتولؑ بھی گھر ساتھ لے کر کربلا آئیں۔

فریاد از غریبی و بے یاری حسینؑ
وز نالہ ہائے دم بہ دم و زاری حسینؑ

اسلام کی حفاظت اور حریت کی شمع فروزاں رکھنے کے لیے دیس کی راحت کو چھوڑ کر پردیس کا رنج قبول کیا۔

ان کے سفر کا مقصد ملک گیری نہ تھا اور نہ مالِ غنیمت بلکہ شہادت مطلوب اور شریعت مقصود تھی۔ جب کسی کام کا مقصد نیک غرض بلند اور نصب العین اعلیٰ و ارفع ہو تو اس کے حصول میں جس قدر مشکلات پیش آئیں، ایک مستقل مزاج اور پختہ ارادے والا انسان مشکلوں کو حل اور رکاوٹوں کو دور کرتے ہوئے اپنا سفر جاری رکھتا ہے اور ہمت اور کوشش سے، کتنی ہی دور منزل ہو پالیتا ہے۔ ایسے مقدس مقصد اور بلند نصب العین کی خاطر سختیوں، تکلیفوں اور مصیبتوں کو ہنسی خوشی قبول کر لیتا ہے۔

مسافرین مدینہ کے سامنے جو نصب العین تھا، اس سے بڑھ کر کوئی مقدس، اعلیٰ، پیار اور خوشنودیٔ پروردگار کا ذریعہ نہیں ہو سکتا۔

وہ نصب العین تھا حریتِ انسان، حفاظتِ دین و شریعت، نصرتِ حق اور باطل کا مقابلہ، ظلم و تشدد کے خلاف جہاد، طاغوتی طاقتوں سے اسلام کا دفاع۔

ہماری لاکھ جانیں قربان خاندانِ بنی ہاشم کے ان مردوں، عورتوں، بچوں بلکہ غلاموں اور کنیزوں پر بھی، جنہوں نے انسانیت کی روح اور حق و صداقت کی سربلندی کے لیے وطن کے میٹھے پانی، ٹھنڈے سائے، حجاز و عراق کی دھوپ پر قربان کر دیے۔ یہ مسافرین عراق مردوں، عروتوں، بچوں اور غلاموں سمیت ایک سو سے زائد افراد پر مشتمل ہیں۔

یہ جنگ حسینیت اور یزیدیت کی جنگ تھی۔ اسلام اور کفر کی جنگ تھی۔ حق اور باطل کی جنگ تھی۔ فطرت اور عناصر کی جنگ تھی۔ روحانیت اور ضلالت کی جنگ تھی۔ اس جنگ میں حسینؑ کے ساتھ حسینیت، اسلام، ہاشم، حق، فطرت اور روحانیت کا اسلحہ تھا اور اس کے مقابلے میں یزید کے ساتھ یزیدیت، کفر، باطل، عناصر اور ضلالت کا اسلحہ تھا۔

......☆☆☆☆☆......

باغ جنت کے ہیں بہرِ خوانِ اہلِ بیتؑ
تم کو مژدہ نار کا، اے دشمنانِ اہلِ بیتؑ
ان کی پاکی کو خدائے پاک کرتا ہے بیاں
آیہ تطہیر سے ظاہر ہے شانِ اہلِ بیتؑ
ان کے گھر میں بے اجازت جبرئیل آتے نہیں
قدر والے جانتے ہیں قدر و شانِ اہلِ بیتؑ
مصطفیٰؐ عزت بڑھانے کے لیے تعظیم دیں
ہے بلند اقبال تیرا دودمانِ اہلِ بیتؑ
جمعہ کا دن ہے کتابیں زیست کی طے کر کے آج
کھیلتے ہیں جان پر شہزادگانِ اہلِ بیتؑ
اہلِ بیت پاک سے گستاخیاں بے باکیاں
لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَیْکُم دشمنانِ اہلِ بیتؑ

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

حُسَیْنٌ مِنِّی وَ اَنَا مِنْ حُسَیْنٍ اَحَبَّ اللّٰہُ مَنْ اَحَبَّ حُسَیْنًا، حُسَیْنٌ سِبْطٌ مِّنَ الْاَسْبَاطِ

حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں، اللہ تعالیٰ اس شخص کو محبوب رکھتا ہے جس حسین سے محبت رکھے حسینؑ اولاد میں سے ایک فرزند ارجمند ہے۔
(جامع ترمذی۔ ج ۲ ص ۱۲۸، مطبوعہ سعید کمپنی کراچی)

2nd October 2017 to
8th October 2017

11

ولایت ٹائمز

MUHARRAM

SAIF ALI
BUDGAMI

AND ITS RELEVANCE TO MODERN ERA

Repeatedly healing via a famous couplet.

"Every day is Ashura Every Land is Karbala"

What does it mean? Does it mean we should observe every day as Ashura and mourn over the Ashura tragedies, everywhere to shape every land like Karbala. May be some of us would agree the view. But I am certain to reject the view on the basis that Imam Hussain (a.s) once replied to a letter of Yazeed (l.a).

"Mera Jaisa teray Jaisay ki bayat kabi nahi kar sakta hai"

This reply clearly indicates that. Whenever you find a character like yazeed (l.a), then character like Hussain (a.s) should up rise and over throw the system like Yazeedyat. The Karbala and Ashura was not a battle between Imam Hussain (a.s) and Yazeed (l.a) only but the battle between Hussainyat with Yazeedyat, battle between right hood and falsehood ,battle between, **Taghooti Nizam**, and **Islami Nizam**, battle between Halaal and Haraam.

Lesson of Kabbala was not limited to 61 hijri but is still the guideline for oppressed people against oppressors. May it be Palestine, Kashmir, Myanmar, Syria, Yemen, Pakistan, Bahrain etc. to confront the oppression with the man's best possessions even at the cost of life and beloved brothers, sisters, sons, daughters like Imam Hussain (a.s).

Thus what is it in our hearts and minds that stops us from learning and benefiting from the everyday lessons of Karbala? Are the lessons and sacrifices from that event only valuable and dear to us for these 10 days, or for this Month.

Many times we find speakers giving the idea that we feel sorry for Imam Hussain (a.s) and his holly family, and the reason we should be more careful about our actions in these ten days, or month of Muharram, is because we are sad and always remembering what happened, as if our family member passed away. This is definitely a good view, because we are sorrowful, especially on the day of Ashura, as we try and remember all day long that many years ago, on this same day, the tragic events that took place on the battlefield.

I prefer to take a different view on the book of lessons (Karbala) in order to try and better my actions all year long, every day. Muharram and the events in Karbala are our foundation as Shias. I always wonder why. Why should an event that took place on one day play such a huge role in our lives? Surely this can play a huge role but not for oppressors but for oppressed. You see the great revolutions of the world as output of this event. Karbala was the inspiration for all those who had no way to confront the oppression.

M K Gandhi

"I learnt from Hussain how to achieve victory while being oppressed."

"My faith is that the progress of Islam does not depend on the use of sword by its believers, but the result of the supreme sacrifice of Hussain."

"If India wants to be a successful country, it must follow in the footsteps of Imam Hussain(a.s).

"If I had an army like the 72 soldiers of Hussain, I would have won freedom for India in 24 hours."

Simultaneously many so called modern Muslims today would say, "Such a sad story will not help me live a positive life today. It is so sad and depressing." My reply to those people is.

How can I not be motivated by a man who gives up his everything for the sake of his religion, who is so in love and at peace with his Almighty Allah that his life had no doubt, and he was full of certainty for every action he took? Many of us could use certainty in our lives. We are in dire need to be at peace with our Allah. Instead of war and doubt. How did Imam Hussain (a.s) become so intrigued and devoted? Could it be from the fact that he gave so much importance to his prayers? Or maybe because his every thought was, "How can I save my religion from looking bad?"

There is a character in this story for every age group. How beautiful a story is Ashura that , young kids, teenagers, and adults can all learn from it!

One more beautiful lesson is that one should always ponder about, the lesson which teaches us to live with character, with pride of our religion, and most importantly, a lesson which makes us realize that we have a duty. We are not here to eat, drink, sleep, and party only. We are not here to only make money, get married, and have kids. By all means, do those things in the right way as prescribed, but learn a lesson from the lady who told the story to the world. Realize that no matter what calamities happen to us, no matter we lose our children, our father, a baby and all beloved ones.

As from Allah we come, and to we shall return.

Bibi Zainab (s.l.a) taught us exactly that. No matter what will happen to us, stand tall, and be strong. As a woman who are considered more emotional of the two genders she held back from mourning the deaths of her family members so that she could take care of her deceased.

How a beautiful lesson is this for the girls from Bibi Zainab (s.l.a) that she covered her face with her hair when she had no choice, and here our mothers, sisters are today, so easily loosening scarves, wearing figure revealing clothes, and showing arm and even bangs just so we can be fitted in.

When will we learn the lesson of realizing our duty, that we need to promote justice and tell the story of Islam to everyone we meet, every day through our words from daily ***Zakireen****.*

Lastly let us pledge to make this month decorated with the lessons of Karbala, from every ring to round to make it more beautiful practically.

Email: saifaly100@gmail.com

Karbala:A Center of Justice, Unity & Truth

Rajiv Vohra
New Delhi

Following each turmoil Kashmir stands on the threshold of an unexpected transition. When Kashmiri mind seem to be settling down in relative calm, reasonableness and peace following turmoil and accompanying human suffering, a fresh one, more intense, visits them. Past three months have been unprecedented to say the least. On the occasion of Moharram one's head bows in all humility and owe remembering the example set by Grandson of Prophet of Islam,Imam Hussain. It is upon the believers to believe or not. To 'believe' essentially means 'to follow' the teachings of the great Lights of Humanity who have shown the path of Truth, of Allah by their own personal example. Humanity has held as heroes those who have raised their voice and fought against oppression and injustice; but humanity everywhere, whatever their faith and religion have worshiped those who have fought against injustice through inviting self-suffering and being compassionate therefore. Struggle or fight for justice through self-suffering is a fight through the superior, rather supreme force , Gandhi called 'soul-force' which he made Indians of all faith rediscover it . The power of the means of nonviolence and its various methods including satyagraha not only overthrew the mightiest empire known in human history, but transformed them and showed the world a moral 'weapon' in humanities struggle for justice. Therefore it is worth remembering and contemplating on this pious occasion and at a time when violence, from without and from within, has made Kashmir bleed, what Mahatma Gndhi said during India's own struggle against the British about Imam Hussain:

"My admiration for the noble sacrifice of Imam Hussein as a martyr abounds, because he accepted death and the torture of thirst for himself, for his sons, and for his whole family, but did not submit to unjust authorities." "I learnt from Hussain how to achieve victory while being oppressed."

"My faith is that the progress of Islam does not depend on the use of sword by its believers, but the result of the supreme sacrifice of Imam Hussein."

"If India wants to be a successful country, it must follow in the footsteps of Imam Hussain.

"If I had an army like the 72 soldiers of Hussain, I would have won freedom for India in 24 hours."

Through Karbala's battle God gave world a Teacher and leader, who taught us that justice is not in settling of scores, but justice as a higher Law of unity between the deeds and aspirations of man and the wish of Allah resides in self-suffering by the seeker of justice, when it is in the cause of neutralizing the oppressor as an 'oppressor' and the oppression rather than taking over the place of the oppressor and, by that logic, become one.

I pray, I beseech, the people of Kashmir and Palestine to learn from the example of Imam Hussain, whom we follow, make him relevant for the present instead of showing irrelevance of the teachings of such God-sent great souls through our deeds and actions.

(Author is the Writer,peace activist and chairman Swaraj Peeth Trust;A Guardian center for non voilence in India)

Why should we mourn for Imam Hussein (a.s)? Supreme Leader Imam Khamenei answers

For instance, "Qame Zani" [a religiously prohibited ritual in which people cut their foreheads] has been declared haraam, and it must not be practiced. That is because Qame Zani will make the enemies more insolent and will give them an advantage over those who love the members of the Holy Prophet's household. But the common mourning rituals can increasingly strengthen one's emotional connection to the infallible Imams. These rituals are very good.

WILAYAT TIMES

As the month of Muharram approaches, the first month on the Islamic calendar, the official website of Ayatollah Khamenei publishes statements on the importance of Muharram, by relying on Quran he argues why Muslims mourn for the martyrdom of Imam Hussein (Peace Be Upon Him).

Now I would like to discuss a point regarding the efforts to promote Islam in the month of Muharram. Some people may question the value of the ceremonies for mourning Imam Hussein's (a.s.) martyrdom. They may say, "If you want to speak about Imam Hussein's (a.s.) movement, just go ahead and speak about his movement. Why all the crying?" This is a wrong assumption. It will be extremely hard to move ahead on this path in the absence of this emotional connection to the infallible Imams. This is why Imam Khomeini (r.a.) recommended the traditional forms of mourning.

The Quranic verses about the role of the infallible Imams are interpreted in three different ways. Wilayat [Guardianship] is one of these interpretations. "Your guardian can only be Allah - and His messenger and those who believe, who establish worship and pay charity, and bow down (in prayer)." [The Holy Quran, 5: 55] Another interpretation is submission and obedience. "Obey Allah and obey the Messenger and those in authority from among you." [The Holy Quran, 4: 59]

Friendship is the third interpretation. "Say: I do not ask of you any reward for it but love for my near relatives." [The Holy Quran, 42: 23] What is this friendship? People are advised to accept their Wilayat and obey them, but what is friendship for? This friendship is a kind of assurance. After the Holy Prophet (s.w.a.) passed away, those who ended this friendship gradually brushed aside the leadership of the infallible Imams (a.s.). In the absence of this sense of friendship, the Islamic Ummah will face the same disasters. Therefore, this sense of friendship is of paramount importance, and it can be achieved through this emotional connection to the infallible Imams (a.s.). Narrating the tragedies that happened to them is an attempt to establish this emotional connection. Similarly, praising their virtues [through the mourning ceremonies] is another way to form this emotional bond.

Therefore, it is necessary to hold the mourning ceremonies and narrate the events of Ashura. Some people should not adopt a so-called intellectual position and reject the necessity of these mourning ceremonies. These ceremonies are necessary, and they will always be necessary. Of course some forms of mourning are unacceptable. For instance, "Qame Zani" [a religiously prohibited ritual in which people cut their foreheads] has been declared haraam, and it must not be practiced. That is because Qame Zani will make the enemies more insolent and will give them an advantage over those who love the members of the Holy Prophet's household. But the common mourning rituals can increasingly strengthen one's emotional connection to the infallible Imams. These rituals are very good.

Statement made during a meeting with the seminarians and clergy; December 13, 2009

Imam (as) made the army of reason overcome the army of ignorance:

AYATOLLAH SYED ALI KHAMENEI

Imam Hussain (a.s.) must remain forever as the flag of Truth; the flag of Truth cannot be placed in the position of Falsehood and painted as such to present falsehood. That is why Imam Hussain (a.s.) stated: "Never to humiliation!" The movement by Imam Hussain (a.s.) was a movement of honor; that is, honor of Truth, honor of religion, honor of Imamate, and honor of the path the prophet (p.b.u.h.) had offered. Imam Hussain (a.s.) was a symbol of honor, and because he firmly withstood, he was also a symbol of dignity. This is the honor and dignity attributed to Imam Hussain. Some people might say something, but never stand for what they say and retreat; these people cannot take pride in what they say. Dignity belongs to those individuals, communities or nations who stand up for their principles and do not let the flag they had risen be damaged and put down by troubles. Imam Hussain (a.s.) firmly upheld this flag and stood until his loved ones were martyred and his dear household were held captives. Honor and dignity in the scale of a revolutionary movement are like that.

As I have mentioned before, many people visited Imam Hussain (as) and reproached him for his resistance. They were not bad or unimportant people; some of them were among the leading figures of Islam; but they misinterpreted [the situation] or were dominated by their worldly frailties. Thus, they sought to make Imam Hussain (a.s.) also dominated by those frailties. However, Imam Hussain (a.s.) resisted, was not dominated and all those who followed and accompanied him were winners in the spiritual and inner fight. The mother who sent her young child to this battlefield with pride and contentment; the young person who forsook the worldly pleasures of life and devoted himself to the battlefield of fighting; the elderly individuals like "Habib ibn Mazahir" and "Moslem ibn Usjeh" who forsook the comforts of their elderly ages and their comfortable house and tolerated difficulties; that brave commander who was an important person of the enemy's army at first-- "Hurr ibn Yazid Riyahi"-- and abandoned his important position and joined Hussain ibn Ali (a.s.), they all won this spiritual, inner fight.

On that day, the people who won in the spiritual fight between virtues and vices and managed to make the army of reason triumph over the army of ignorance were not but a small group; nonetheless, their perseverance and endurance in resistance in that field of honor have caused thousands of people throughout history to learn a lesson and follow their example. If they did not triumph over their vices in their own self, the tree of virtue would have dried up in history; but they irrigated that tree, and you have seen many in your time that made their virtues win over their vices within their selves and made their worldly desires surmounted by correct religious and rational sentiments, insight and thinking. March 29, 2002

2nd October 2017 to
8th October 2017

13

ولایت ٹائمز

Hussianiyat:A continues Mission Against Injustice

Syed Mujtaba Hussain

> *Karbala proved to be a clash involving Islamic truths versus falsehood, belief versus disbelief, and the oppressed versus the oppressor, faith against*

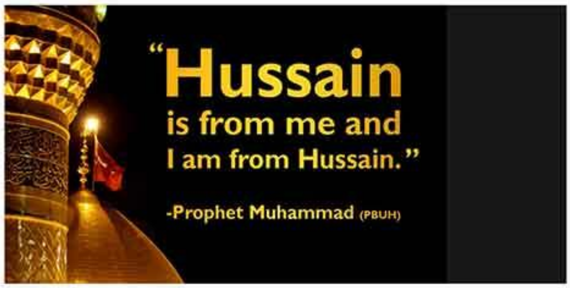

The Holy Prophet (pbuh) is reported to have said:
"The best of Jihad is that of a word of right spoken to an unjust ruler."

We do remember the tragedy of Karbala but certainly forget the message of the great martyr Imam Hussain (as). The events of Karbala reflect the collision of the good versus the evil, the virtuous versus the wicked. Imam Hussain (as) taught us all how to stand up and resist tyranny.

Karbala is the killing fields where the grandson of the Prophet and his family were killed by the leader of the Ummayad dynasty. The supreme sacrifice of Imam Hussain needs to be remembered as a continuous struggle for the freedom of humankind from the clutches of oppression. Imam Hussain knew that the army of 10,000 would crush him and his family. He knew that the Ummayads were not known to show mercy to those who had challenged them. He knew that if the rulers had no regard for human life they would brutalize anyone they considered their enemy. He knew his end before taking the epic decision to challenge the despotic regime. It was to stand for the principles of justice, freedom, and human dignity. It was to stand for the equality of all before the divine law. It was for accountability and decency in public life. The Ummayads had usurped political power through force. They had the resources to enlist the support of hundreds of people claiming to be scholars supporting their claim to power in the name of God and his messenger. They had turned the sayings of the Prophet into a political tool to justify their political actions. They had used the state treasury to win people over to their side by offering them money and in many cases intimidating others who did not fall in line with them.

When Yazeed took over elected popular democracy was changed into the family hereditary monarchy public funds were displaced at the personal disposal of the ruler moral and financial corruption was introduced to the system.Political freedom and liberty and humans rights were suspended in the society and people were made subjugated to the dictatorial command of the ruler and the monopolistic dominion of the ruler was being established on human beings. Imam Hussain witnessed the deteriorating political and social situation and clearly recognized that the general policy of the authorities did not abide with Islamic principles.

It was this tyrannical rule that Imam Hussain challenged. The message of Karbala was to change the status quo, to challenge despotism and dictatorship and all those deviations that diminished the dignity of human beings. It was not to inspire people to mourn and walk on burning fire in his memory. It was to stand for the neglected and the poor and politically marginalized. It was not to curse but to win over the people to the cause of justice and dignity. It was to glorify the eternal divine emphasis on justice and freedom.

Karbala proved to be a clash involving Islamic truths versus falsehood, belief versus disbelief, and the oppressed versus the oppressor, faith against brute force.

M.D.K.Gandhi once said "I learned from Hussain (as) how to achieve victory while being oppressed." We may not have the same status as the Ahlulbayt, but we have them as our role models. If we continue to strive for the truth and unite against the injustices of our time, we will achieve the mission of carrying on Imam Hussain's message.

The famous Urdu poet has prophesized:

Insaan Ku Bedaar Tou Ho Lene Do, Har Qaum Pukaraygi Hamare Hain Hussain

Give mankind a chance to gain consciousness, Every tribe will call out, "Hussain is ours!"

Qatl-e-Hussain Asl Main Marg-e-Yazid Hai, Islam Zinda Hota Hai Har Karbala Kai Baad

In the murder of Hussain, indeed is the death of Yazid. For each Karbala is the revival of Islam.

Karbala garden of swords, blood and inspiration for innumerable pens.

Author hails from Peerbagh Srinagar is Legal and research consultant of National Human Rights Comission.

What Hussain faced in Karbala

MUHARRAM again comes with its prodigious blessings
The month, beckons the breaths to hold syrupy musings
What is more, lamenting scene besides drenched hearts
Eyes shrink while cheeks asorb, and everywhere gloomy dressings
Strange atmosphere enchanting, or the land in deep bewails
"Cleanliness is next to godliness."School of divine teachings
Sky gets covered with scarlet in lieu of swarthy-pale clouds
Creatures mourn! what Hussain(a.s) faced in Karbala,overall heart-breakings
Downwith Yazeediat & Longlive Hussainiat,everyone valliantly chants
Mothers with daughters bemoaning, remembering the Master's siblings
Indubitably tear bags shrunk and blood hid the faces, free-flowing twee tears
Hussain(a.s) gets victory and Hussainis amputate the podium of tyrant-reachings
After all,its arrival enlightened, decked the entire gatherings
And again MAHURRAM comes with its prodigious blessings!

Writter:-Shujaat Hussaini From Patwaw Budgam

کس نہ وداں
ووشلیومت دریا اندری چھ دزاں
سیکہ صحرا چشمو خون ہراں"
اجدری اسچ ریھہ واو زھاں
اوند پوک سورے بس آہ و فغاں
گمہ سری گامتی خنجر تے تیر
شرمند ھش شرونی کرونی زنجیر
نجف و مدینس تاں چشمہ چھے تر
اسمانچ بستی خاکھ بسر
ملرن پھھہ دنہ لوك کوثر
شفقن علمن بھری خونہ ببر
سرحد ھور تہ ماتم برپا
دم پھتی گومت سور گلك دنیا
نب چھ رواں شوریمز وزمل
سینہ ژٹاں ووشلیومت مقتل
ھکی چھے ژھتاں پوت کالج مشعل
گریہ کراں والیلکی کوکل
بہ غمے مولا کوہ خاکھ گرھاں
دوھہ ژھیتہ چھے ژوپاسے کس نہ وداں
آصف سافل بڈگام

Wilayat Times came into existence with the aim to serve Humanity.Our aim is to carry this great profession "Journalism" under the teachings & guidelines of Islam. Wilayat Times came up with the mission to project the truest face of Islam,to Promote Unity & brotherhood amongst Muslims & with other religions & to defend the cultural & social values of Nation.Be the part of this pure cause.

Director and Chief Editor
Waseem Reza

2nd October 2017 to
8th October 2017

14

ولایت ٹائمز
WILAYAT TIMES
www.wilayattimes.com

WHAT MOURNING YIELDS UP IN MUHARRAM

BY AL-HUSSAINI SRINAGAR

"So, our performance of Azadari should be all homily and inspirational that can make us all activated. Apart from running after virtues ,recognization of enemies must be found in mournization.Current yazeeds and yazeediyat must be divulged before the world by lamentation.Fabricated and fraud leaders who are apparelled and dressed with Islamic clothing and are swamped to extirpate Hussainiat hideously,should be brought on the way by lamentation."

Islam is a religion based on nature. Wailing or weeping is the innate instinct of a human being. A newborn child starts his life crying. Weeping is not prohibited in any religion or creed of the world. Tears are automatically shed when a man is confronted by any physical, mental or spiritual mishap and tears are not only the sign of grief but also a kind of reimbursement for that grief. Now in whose grief does a newborn child weep? That's the question, which can be answered by the one who remembers his own weeping when he was born. It is said, that when Adam (as) was sent to this earth from heaven, he wept on that exodus and hence every child of Adam (as), weeps when he opens his eyes in this world. If this is true, then this reason for wailing certainly supports our point of view that in the grief of a departure, wailing is a natural habit. Wailing or weeping is a natural instinct hence all mighty Allah has also praised this act and has said in the Holy Qur'an: We read in Sarah Maryam 19.58. (Those were the ones upon whom Allah bestowed favour from among the prophets of the descendants of Adam and of those we carried [in the ship] with Noah, and of the descendants of Abraham and Israel, and of those whom we guided and chose. When the verses of the Most Merciful were recited to them, they fell in prostration and weeping.)

Now coming to the point of Mournization as we perform it in the form of sheding tears,beating chest and head ,doing zanjeer zani,slapping faces etc.Do these deeds lead us to the regeneration of consciences or to the acheivement of virtues only.pouring out tears for the sake of hussain a.s yields some fruits undoubtedly .As for prophet Muhammad [s] :- O' Fatimah! Every eye shall be weeping on the Day of Judgment except the eye which has shed tears over the tragedy of Husain (A.S.) for surely, that eye shall be laughing and shall be given the glad tidings of the bounties and comforts of Paradise.Bihar al-Anwar, vol.: 44;pg.:293.

Imam mohd baqir a.s says that He who remembers us, or in whose presence, we are remembered, and (as a result) tears flow from his eyes, even though they may be in the measure of a wing of a mosquito, Allah shall construct for him a house in paradise and make the tears a barrier between him and the fire (of hell). Al-Ghadeer, Vol.: 2, pg.: 202.

But while weeping and wailing we must have a profound glance on one of the missions of the martyrdom of imam Hussain [a.s] that is the recognization of an enemy. unfortunately the mission of hussain a.s has been kept confined by some mourners.Their minds are filled with the cheap perception that only pouring out tears ,wailing ,mourning etc. for the sake of imam e hussain [a.s] is the main mission and will pave the way to Jannah for them. surely mourning tears have competency to dethrone an oppressor as for Imam Khumanie [r] You call us a weepy nation but by these tears we have overthrown an empire.In the month of muharram their aim is to wail and weep only without knowing real soul of Azadari As they are only known to this point that YAZEED was the enemy of Imam Hussain [a.s],so our hearts get filled with his abhorrence and keep wailing on the miserableness and helplessness of Imam Hussain a.s and remain distant from the nub of the abnegation of allegiance by Hussain [a.s].why Imam Hussain [a.s] was to announce before Yazeed that 'A man like me can never pay allegiance to a man like you'.Was Hussain's family in trouble or had that been harmed by Yazeed before? Hussain did not putforth ever that Yazeed is the enemy of his family .Not at all,Then why Hussain [a.s] abrogated Yazeed's allegiance? But let we pose a question to The Deyon of Martyrs that oh! Hussain [a.s] why do you hate Yazeed?when authentic historical pages of legends are turned then there is found the gratifying respond of Hussain a.s that i am yazeed's opponent because he is the enemy of Allah, Allah's Quran and he is ruining sunnat e Rosool [s] .so i am his enemy.

So, until and unless we go through the profound comprehension of the real mission of imam Hussain [a.s] till that pouring out tears won't bear any sort of progressive fruit. A mourner should not be as weeper as some oppressors were weeping while tyrannizing over Hussain's clan.

- As Tareekh e Karbla says that tears were aslo rolling down from the cheeks of a cruel in karbla while running after jinab e Sakeena [s] to snatch her earings.(being mourners are not we sailing in the same boat means snatching something from somebody!!).
- When Hussain's clan entered the court of Yazeed,the callious and stonehearted could not stop their tears at the miserableness of Ahle bait even Yazeed himself poured out tears.-Anwar e khamsa-(Are not we remaining also mourners for the time being but in reality oppressors!!).
- Imam e Sajjad [a.s] legends that our position in front of yazeed in the darbar was this that 17 nooses were made of a single rope and were put in our necks & handed over to an oppressor.when one was pulled, all were getting jerks,if one did stumble then was impossible for others to stand.Then i asked to yazeed that keeping in view Allah, you just tell me that 'if Rasool e Khuda [s] would see us in this condition what would he say to you'.On this question some tears fell down from his Yazeed's eyes.(Are not we suppressing others also being mourners!!). For what they wept & for what we wail?!!.So, we being mourners must be known to the difference between our shedding of tears and their shedding of tears in the karbla.

Now have a glance at the performance of our Azadari .With what intention azadari is being performed by us .we dubb Yazeed the killer of hussain [a.s] but Hussain hates Yazeed and considers him the ruiner of Deen e khuda !!!!!.

So, our performance of Azadari should be all homily and inspirational that can make us all activated. Apart from running after virtues ,recognization of enemies must be found in mournization.Current yazeeds and yazeediyat must be divulged before the world by lamentation.Fabricated and fraud leaders who are apparelled and dressed with Islamic clothing and are swamped to extirpate Hussainiat hideously,should be brought on the way by lamentation.

Author hails from Bemina Srinagar is the Student of 2nd year at Govt.degree college bemina and can be reached at rather3434@rediffmail.com

Karbala, the persuasion to good and dissuasion to evil

By Javeed Ali
Srinagar

> In every way the martyrdom of Imam Hussain (A.S.) is the Great Sacrifice for the humankind. The greatness of the sacrifice is judged by the gravity of the situation or the uniqueness of the circumstances in which it occurs and the extent to which it serves the purpose of Allah, that is, how far it carries the message in the forthcoming generations and its popularity with them.

The tragedy of Karbala that occurred fifty years after the death of the Prophet Mohammad (PBUH) is a unique event of Islamic history—many dimensional and multi leveled. Just when the Muslim empire had reached almost its peak of glory, Imam Hussain (A.S.) the grandson of Prophet Mohammad (PBUH) challenged not only the legitimacy of Yazid, the ruler of the Muslim empire but even the validity of that imperialist tyranny which was masquerading as Islamic State. And Hussain sealed his protest with his blood and the blood of the small number of his companions who fell fighting, under heaviest odds, against hordes of state mercenaries. He willingly suffered all those tyranny and persecution. The battle of Karbala was a clash not between personalities but between two principles; love of truth against lust for power; passion for justice against perversity of tyranny.

The movement of Imam Hussain (A.S.) was for the establishment of the truth and justice.

Imam Hussain (A.S.) said, "Indeed, I have risen up solely to seek the reform of the Ummah of my grandfather (PBUH). I want to command what is good and stop what is wrong".

This sentence highlights the basic position of 'enjoining the good and forbidding the evil'. Imam Hussain (A.S.) through this sentence expresses the pivotal role of 'enjoining good and forbidding evil' and conveys it as the final target of his uprising. The essence of enjoining good and forbidding evil is existing in all the religions of Abrahamic lineage and it has been an obligation for all the prophets and messengers, Imams and believers. It is not merely a matter of jurisprudential obligation, but in fact a standard and philosophy for sending divinely prophets; all this is because the material world is the place where vice and virtue, truth and falsehood, good and bad, darkness and light, excellence and lowliness get intermingled. Sometimes all this is intermixed in such a way that it becomes difficult to get them identified. , then follow, and act upon it. The divine religions are providing us an understanding about enjoining and forbidding, and in fact, (it provides understanding about) good and bad, truth and falsehood, darkness and light, excellence and lowliness, command us to perform the good, avoid bad and thus bestow us divine guidance towards the right path. For the importance of enjoining good and forbidding wrong, the Messenger of Allah (PBUH) says, "One who enjoins good and forbids wrong is vicegerent of Allah, Book of Allah and the Messenger of Allah on the earth".

Accordingly, the basic of enjoining good and forbidding evil is not particular to Imam Hussain (A.S.). Instead, it is an obligation for all prophets and messengers, pious people and believers. Since during the time of the Doyen of Martyrs Imam Hussain (A.S.), the good and evil were severely intermingled and the evil had attained currency in all the affairs. Goodness had been consigned to the oblivion and this was causing forgetfulness and negligence towards religion of Islam, the prophetic traditions. Therefore, Imam Hussain (A.S.) saw the possibility of revival and revitalization of traditions of Prophet of Allah (PBUH) and the religion of Islam and its defense in staging protest against the prevailing situation and in enjoining the good and forbidding evil. For this reason, he stated that by way of enjoining good and forbidding wrong he is going to rectify the Islamic society.

"Indeed, I have not risen to do mischief, neither as an adventurer, nor to cause corruption and tyranny. I have risen up solely to seek the reform of the Ummah of my grandfather (PBUH). I want to command what is good and stop what is wrong, and (in this) I follow the conduct of my grandfather and my father, Ali Ibn Ab Talib (A.S.).

While analyzing the event of Karbala and Ashura, different kinds of outcomes and results as well as lessons can be deduced. Among these teachings we can have the lessons of sacrifice, religiosity, valour, equality and equity, uprising for God, love and affection.

In every way the martyrdom of Imam Hussain (A.S.) is the Great Sacrifice for the humankind. The greatness of the sacrifice is judged by the gravity of the situation or the uniqueness of the circumstances in which it occurs and the extent to which it serves the purpose of Allah, that is, how far it carries the message in the forthcoming generations and its popularity with them.

The sacrifice of Prophet Ibrahim (A.S.) and Prophet Ismail (A.S.) was only a trial and the reason why Allah willed it was to prove the great perseverance, strength of character and magnanimity of the Apostleships of Ibrahim (A.S.) and Ismail (A.S.) . Having fulfilled the command of Allah they proved to have the incredible virtues of piety to be the forefathers of the ones destined to offer the 'GREAT SACRIFICE'. Besides, Allah wanted to ransom the sacrifice of Prophet Ismail (A.S.) and predict the imminent 'GREAT SACRIFICE'.

When the day of Ashura dawned the situation was very critical for the religion of Islam. Imam Hussain (A.S.) stood as the successor and the representative of Prophet Mohammad (PBUH)-the Seal of all Prophets, while Yazid was asking him to swear allegiance of the pure Apostleships of all the 1,24,000 Prophets who had strived for the religion of Allah, to submit to him and his evil ways.

Imam Hussain (A.S.) was the testamentary trustee and the inheritor of the virtues of all the Prophets; while Yazid wanted to annihilate Islam by pressurizing such a personality like Imam Hussain (A.S.) to swear allegiance to an evil man like himself. It was the question of the life and death of the faith, Islam; while the efforts and strivings of all the Prophets depended on Imam Hussain (A.S.).

Thus in his valiant, undaunted stance Imam Hussain (A.S.) fearlessly gave away his brothers, sons, friends and companions and then his own life, but saved the religion of Islam and the strivings, hardships, work, labours and exertions of all the Prophets, thus reviving and rekindling the extinguishing embers of Islam and qualifying as 'THE GREAT SACRIFICE'.

The Holy Quran says: "And the camels of sacrifice We have made for you among the Signs of Allah, for you in them is good, so mention the name of Allah on them…." (Al-Hajj:36)

In the above verse Allah says that the camels which are to be sacrificed in His name as an obligatory rite of Hajj are among His Signs to mankind, and for this reason they should be given due regard and respect. Relative to this fact, and more intense in its pinnacle of virtue and holiness is the regard to the Prophetic and Apostolic people who being the Signs of Allah sacrificed their all in the way of the Beneficent Lord to support and endorse His cause. Similar is the case of Imam Hussain (A.S.) and his faithful companions who sacrificed themselves in such a manner on the hot sands of Karbala to save Islam that their example has no parallel in the history of the world. Therefore, by the justice of the Book of Allah, they have every right and reason to be eulogized, remembered and their strivings respected and commemorated.

Imam Hussain (A.S.) is the benefactor of Humanity. The favours of Imam Hussain (A.S.) are not just limited to Muslims, Shias or Sunnis; in fact His (A.S.) favours are on the entire humanity. This is because if Imam Hussain (A.S.) would not have given these sacrifices, then there would have been no religion, no faith, no Islam. Hence there would have been neither Sunni nor Shia, everyone would have been non-religious, and there would be no such thing as religion left because the accursed beings of that era were not just planning to eradicate the Shia or Sunni values, they wanted to eradicate human values. If today we see a human (means a human with humanity) somewhere then that is the outcome of this great sacrifice of Imam Hussain (A.S.). It is all because of the sacrifices of the companions of Imam Hussain (A.S.) and Bani Hashim.

The important lesson that we need to imbibe from the event of Karbala was propagated by Syeda Zainab (S.A.), the granddaughter of Prophet Mohamamd (PBUH) and was beautifully summed up by revolutionary thinker Dr Ali Shariati. The role of Syeda Zainab (S.A.) in the aftermath of Karbala is equally important, and that's why Dr Ali Shariati calls Zainab 'the saviour of humanity'. "Those who died committed a Hussaini act. Those who remain must perform a Zainabi act. Otherwise, they are Yazids," says Shariati. One has to choose either blood or the message, to be a martyr like Hussain or messenger like Zainab. Every revolution has two visages: blood and the message. Imam Hussain (A.S.) and his companions undertook the first mission, that of blood. The second mission is to carry the message of blood to the future generations, to be the eloquent tongue of this flowing blood. Commemorating Azadari (mourning) is to spread and propagate the message of Imam Hussain (A.S.) as was done by Syeda Zainab (S.A.). Imam Khomeini (R.A.) has said: These tears terrify the enemies of Islam; because to cry for the oppressed is to speak up against the oppressor.

Printer,Publisher & Owner:Waseem Raja;Editor in Chief:Waseem Raja;Ass.Editor:Mohammad Afzal Bhat;R.N.I No:JKBIL/2015/6342
Published From:Maisuma Bazar,Gaw Kadal Srinagar (J&K);Adms.Office:Natipora Sgr; Printed at:Khidmat Offeset,Abi Guzar The Bund,Srinagar;
Contact:+91-9419001884;Email:editorwilayattimes@gmail.com; Website:www.wilayattimes.com

2nd Year of Publication Srinagar

Weekly WILAYAT TIMES

حقیقت ابدی ہے مقام شبیریؑ
بدلتے رہتے ہیں انداز کوفی و شامی

The place of Hussain (a.s),the Martyr great is fact,not bound to space or date.Though the syrians and kufis may often changer their wont and way.

Vol:03 | Issue:25 | Pages:16 | 2nd October 2017 to 8th October 2017

HUSSAIN (A.S): VIEWS OF NON-MUSLIM FIGURES

Following are sayings by a number of non-muslim famous figures of world in praise of Al-Hussein, which reveal how these figures were influenced by the dedicated character of Al-Hussein (a.s.) in serving the Message of Islam until he was martyred.

Edward Gibbon

In the history of Islam, the life of Hussein stands unique, un-approached and un-approachable by anyone. Without the martyrdom, Islam would have been extinguished long ago. He was the savior of Islam and it was due to his martyrdom that Islam took such deep root, which it is neither possible nor even imaginable to destroy now. In a distant age and climate, the tragic scene of the death of Hussein will waken the sympathy of the coldest reader.

Charles Dickens

If Hussain had fought to quench his wordly desires,then I do not understand why sister,Wife and children accompanied him.It stand to reason therefore, that he sacrificed purely for Islam

Mahatma Gandhi

The progress of Islam does not depend on the use of Sword,but on the supreme sacrifice of Imam Hussain. I learnt from Imam Hussain (A.S) How to achieve victory whilst being oppressed.

Nelson Mandela

I have spent more than 20 years in prison,then on one night I decided to surrender by signing all the terms and conditions of government, but suddenly I thought about Imam Hussain (as) and Karbala movement and Imam Hussain (as) gave me strength to stand for right of freedom and liberation.

Thomas Carlyle

"The best lesson which we get from the tragedy of Karbala is that Hussain and his companions were the rigid believers of God. They illustrated that numerical superiority does not count when it comes to truth and falsehood. The victory of Hussain despite his minority marvels me!"

Dr.K.Sheldrake

"Husain marched with his little company not to glory, not to power or wealth, but to a supreme sacrifice and every member of that gallant band, male and female, knew that the foes were implacable, were not only ready to fight but to kill. Denied even water for the children, they remained parched under a burning sun, amid scorching sands yet no one faltered for a moment and bravely faced the greatest odds without flinching."

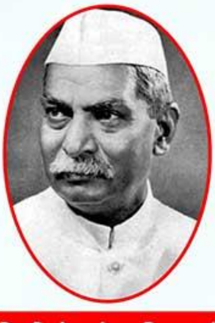

Dr.Rajendra Prasad

"The sacrifice of Imam Hussain (A) is not limited to one country, or nation, but it is the hereditary state of the brotherhood of all mankind."

www.wilayattimes.com